

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU\_228011**

UNIVERSAL  
LIBRARY

TIGHT BINDING BOOK

Osmania University Library

Call No. 191, 0101  
-2

Accession No. 15532

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.





# بوستانِ حشر

حشر شروانی

ن  
۸۶۱۵۸۱  
ب



# غلط نامہ

## بوستانِ حسرت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۲	مواجی	مواجی
۱۱	۱	sky-rac	ky-race
۱۲	۸	قصیدے	قصائد
۱۳	۱۲	اسناد	استاد
۱۵	۶	بنائی	بنائی
۲۱	۱۳	زندگی بخشی	زندگی بخش
۲۲	۱	لوازے	لوازم
۲۵	۳	الہی	الہی
"	۵	الہی	الہی
"	۷	الہی	الہی
"	۷	خوشید	خوشید
۲۷	۹	دانہ	دانہ
۲۸	۴	جانی	جانے
۲۹	۹	نتی	نتی
۳۲	۶	زنداں	زنداں
۳۹	۲	ندارم	دارم
۴۱	۳	ہم نالگی	ہم نالگی
۴۲	۲	عیشی	عیشے





# غلط نامہ

## بوستانِ حسرت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۲	مواجی	مواجی
۱۱	۱	Sky-rac	Sky-race
۱۲	۸	قصیدے	قصائد
۱۳	۱۲	اسناد	استاد
۱۵	۶	بنائی	بنائی
۲۱	۱۳	زندگی بخشی	زندگی بخش
۲۲	۱	لوازے	لوازم
۲۵	۳	الہی	الہی
۲۵	۵	الہی	الہی
۲۵	۷	الہی	الہی
۲۵	۷	خورشید	خورشید
۲۷	۹	دانہ	دانہ
۲۸	۳	جانی	جانے
۲۹	۹	سہی	سہی
۳۲	۶	زنداں	زنداں
۳۹	۲	ندارم	دارم
۴۱	۳	ہمنالگی	ہمنالگی
۴۲	۲	عیشی	عیشی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵	۲	عدن	عدن
۴۷	۳	جان	جان
۴۸	۷	گل	گل
۴۹	۱۱	درمان	درمان
۵۰	۲	مژدہ	مژدہ
۵۱	۳	سردی	سردی
۵۲	۶	رحمن	رحمن
۵۳	۱۱	بگل	بگل
۵۵	۶	دارند	دادند
۵۶	۱	ناکامی	ناکامی
۵۷	۸	د	و
۵۸	۲	آوان	آوان
۵۹	۲	دیوان	دیوان
۶۵	۱	کا	کہ
۶۸	۳	دودمان	دودمان
۶۹	۲	آب	آبے
۷۰	۱۱	جان	جان
۷۱	۱	یاد	یاد ...
۷۲	۱	ینالاکم	ینالاکم
۹۹	۵	درہنات	درہنات
۱۰۸	۱۰	ہوس	ہوس
۱۳۰	۳	رحمن	رحمن

# تقریب

فارسی زبان کی شیرینی اور فارسی غزل کی رنگینی کون نہیں جانتا۔ علامہ شبلی نے سچ کہا ہے۔  
 ”عشق و محبت کا جذبہ فطرتِ انسانی کا خمیر ہے۔ اس لئے تمام دنیا کی شاعری میں عشقیہ  
 شاعری، اور سب انواع شاعری سے زیادہ متداول اور عام ہے۔ لیکن ایران اس  
 خصوصیت میں تمام دنیا سے بڑھا ہوا ہے۔“ درحقیقت ایران کی تہذیب و تمدن، عیش و تنعم  
 آب و ہوا اور حسن و جمال نے اہل ملک کے جذبات عشق و محبت میں ایک آگ سی لگا دی  
 تھی۔ سعدی، حافظ، عرفی، نظیری کسی کی غزل اٹھا کر دیکھئے تو آپ پائیں گے کہ عشق  
 کے نازک سے نازک جذبات، اور حسن کی لطیف سے لطیف ادا کو یہ لوگ اس خوبی  
 سے بیان کر جاتے ہیں کہ ذوق سلیم وجد کرنے لگتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا ہے کہ محبوب کی آمد پر  
 تمام شکوے شکایتیں ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کو سعدی یوں ادا کرتے ہیں :-

گفتہ بودم چو بیائی غم دل با تو گویم  
 چہ گویم کہ غم از دل برد و چوں تو بیائی  
 یا یہ بیان کرنا ہے کہ مشوق کی اداؤں کے سامنے جان کی کوئی قیمت نہیں۔ اس کے لئے

لے شعر العجم جلد نغم ملہ غزل کے موافق و مخالف حال میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ مگر یہاں اس بحث کا محل  
 نہیں ہے غالب لکھتے ہیں: ان کے لئے سے جو آجاتی ہے منہ پر روتی۔ وہ لکھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے۔

حافظیہ پیرایہ اختیار کرتے ہیں۔

اے خوشا حالتِ آن مست کہ در پآ حرلیف  
سر و دستار نذ اند کہ کدام اندازد

اُس مست کی حالت قابل رشک ہے جو مستی میں معشوق کے قدموں پر بیٹھا اور کمرے کے لئے یہ نہیں سوچتا کہ سر نذر کروں یا دستار۔ یا مثلاً عاشق کی وحدت پسند طبیعت غم روزگار کو بھی غم عشق میں جذب کر لیتی ہے۔ اس مضمون کو عرفی نے کس خوبی سے ادا کیا ہے:-

در دل با غم دنیا غم معشوق شود  
بادہ گر خام بود سچتہ کند شیشہ و ما

اسی طرح نظیری محبوب کے آفتاب و شمع ہونے کی طرف کس لطف سے اشارہ کرتا ہے کہتا ہے:-  
بازم بہ کلبہ کست نہ شمع و نہ آفتاب  
بام و درم ز ذرہ و پروانہ پرتہ است

یعنی میرے جھوپڑے میں کون آگیا کہ شمع اور آفتاب کے نہ ہوتے ہوئے بھی تمام گھر  
ذروں اور پروانوں سے بھر گیا ہے۔ غرض مثالیں کہاں تک پیش کی جائیں۔ مقصود یہ ہے کہ  
فارسی غزل ایک باغ پربار ہے جس کی کسی روش پر بھی نکل جائیے دماغ معطر ہو جاتا ہے۔

ہندوستان میں فارسی کا مذاق غزلوں کی آمد سے شروع ہوتا ہے۔ فارسی کا پہلا

شاعر غالباً مسعود سعد سلمان ہے جو بعد سلطان ابراہیم غزنوی میں لاہور کا گورنر تھا۔ اس کے

بعد پٹھان سلاطین کے دور حکومت میں ہمیں جمال دہلوی، حسن بدایونی، رحمت سنجری دہلوی

کہلاتے ہیں (بدر چاچی، منگلر گجراتی وغیرہ متعدد خوش گو شعرا ملتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے

کہ امیر خسرو کے کوئی خسرو سی نے سب کی شوکت کو ماند کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ خلیفہ حکومت

لہ آلام روزگار کو آساں بنا دیا جو غم ملا سے غم جاناں بنا دیا۔ (داعفر)

ملہ داغ کا شعر ملاحظہ ہو:-  
رخ روشن کے آگے ضعیف رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں

ادھر آتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ جاتا ہے

تہ ملاحظہ ہو کلیات حسن مطبوعہ جدید آباد

کا عہد آگیا۔ نعل بادشاہ و امرانہ صرف قدر دان بلکہ خود سلیم المذاق تھے۔ ہر طرف دولت و ثروت کی افراط۔ ادب و عشق کی چہل پہل تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں کے فارسی شعرا ہندی الاصل ہوں یا ولایت را۔ کمال فن اور لطف سخن میں ایرانیوں سے بازی لے گئے خود صاحب کا اعتراف سنئے۔ کس مزے سے کہتا ہے :-

نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال  
تا نیامد سوائے ہندستان حنا رنگین نہ شد  
اصل یہ ہے کہ بابر و ہمایوں نے شعر و ادب کے پودے کی پرورش کی۔ اکبر کے عہد میں یہ چھٹناؤں دستہ بن گیا۔ جہانگیر و شاہ جہاں کے دور میں اہل کمال نے اس کا پھل کھایا اور اس کے سایہ میں آرام پایا۔ اکبر کے دربار کے شعرا کی فہرست جو ابوالفضل۔ بدایونی اور نظام الدین نے دی ہے کافی طویل ہے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ آخری نعل بادشاہ کے زمانہ میں خاتم الشعراء مرزا غالب پر آکر ختم ہو گیا۔ مرزا خود کہا کرتے تھے کہ ہند میں فارسی شاعری ایک ترک لاجین (خسرو) سے شروع ہوئی اور ایک ترک ایک (غالب) پر ختم ہو گئی۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ غالب کے بعد کوئی شاعر یا اچھا شاعر پیدا ہی نہیں ہوا۔ البتہ درست ہے کہ کوئی صاحب طرز یا مشہور استاد منقطع شہود پر نہ آیا۔ ورنہ غالب اور ان کے معاصرین کے بعد بھی فارسی کے بعض خوش گوش شاعر پیدا ہوئے۔ جن میں حالی۔ شبلی۔

لہ بہ ہند رفتن حنا فارسی کا ایک محاورہ ہے جس سے حنا کا سیاہی مائل ہونا مراد ہو۔ لہذا اسی دور میں آکر فارسی شاعری نے ایک خاص انداز اختیار کیا جس کو تب تک ہندی سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ اس کی بنا خسرو کے عہد ہی سے پڑ گئی تھی لہذا اقبال ایک نئی شریعت شاعری کے عہد ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر یہاں نہیں کیا گیا لہذا غالب ایک شعر میں اپنے معاصرین کا ذکر کیا ہے :-  
موتیر و صہبائی و علوی و آگاہ جو حسرتی اشرف و آرزوہ بو عظمت  
شہ یوں تو لغز باہر شعر میں فارسی کے اچھے شاعر ہو گئے ہیں۔ مگر ان کو شہرت عام کے دربار میں جگہ نہ ملی۔



روح کے جوہر سے اس کا گیسر ہوا ہے تو خود اس کی روح کی پاکیزگی کس پایہ کی ہوگی۔  
درحقیقت تصور کے لئے کس قدر وسیع میدان شاعر نے تیار کر دیا۔ العظمت للہ۔

اسی غزل میں کہتے ہیں:-

منت رائحہ نازہ و غنچہ نکشند  
سرخوشانے کہ بوئے دینے ساختہ اند  
عاشقان مست جو کسی کی بوئے دہن پر قناعت کئے بیٹھے ہیں مشک و غنچہ کی خوشبو کا احسان  
نہیں اٹھایا کرتے۔ ”بوئے دینے“ کا ٹکڑا جو لطف دے رہا ہے وہ ادب فارسی کے  
اداشناسوں سے پوشیدہ نہیں۔ نواب صاحب کی شاعری کے مطالعے سے معلوم  
ہوتا ہے کہ ان کا مخاطب اگرچہ حسین مجاز کا پیکر۔ اور گوشت پوست کا واقعی انسان ہے۔  
لیکن جمال ظاہر کے ساتھ کمال معنی سے آراستہ ہے۔ اسی کے ساتھ خود ان کا جذبہ  
محبت بھی پاکیزگی اور وفا پرستی کے اوصاف سے متصف ہے۔ ملاحظہ ہو:-

من و خیال رنے، بے نیازم از گلشن  
من و جمال ہے، آفتاب راجہ کنم  
بے نیازانہ زیر گل و گلشن گزند  
بید لانے کہ بر گل پیر ہنے ساختہ اند  
بعض پوری کی پوری غزلیں کسی خاص واقعے سے متاثر ہو کر لکھی ہیں جن میں واقعیت کی  
بنا پر تاثیر۔ اور مسلسل ہونے کی وجہ سے زور پیدا ہو گیا ہے۔ سچ ہے۔  
از دل می خیزد و بردل می ریزد۔ مثلاً وہ غزل جس کا مطلع ہے:-

در حیرم وصل جانانم وطن خواہد شدن  
شمع بزم انس آل ماہ ختن خواہد شدن

یا

ربوہ ہوش و قرام غزال رعنائے  
نگار مست خرامے بلند بالائے  
اکثر غزلیں اساتذہ قدیم کی زمینوں میں لکھی ہیں اور کامیاب شعر نکالے ہیں جن پر کہیں کہیں

علامہ شبلی۔ اور خواجہ عزیز جیسے سخن گو اور سخن سنج ناقدانِ ادب نے تحسین فرمائی ہے۔  
حضرت ممدوح کے کلام میں متعدد مواقع پر عالی ہمتی و بلند جوصلگی کے مضامین اس  
خوبی سے نظم ہوئے ہیں کہ بے ساختہ دل سے داد نکلتی ہے۔ چند مثالیں سنئے اور لطف  
اٹھائیے۔

شکلاجب آپ حیدرآباد سے ترک تعلق کر کے وطن کی جانب واپس آ رہے ہیں تو ریل  
کے سفر میں یہ شعر کہا:۔

شاہباز ہتم ریلے بدستِ شاہ داشت خوش نکرده بند دستِ دیگران پرواز کرد  
شاہباز کا بادشاہوں کے ہاتھ سے تعلق قدیم رواج کی طرف اشارہ کر رہا ہے شعر کا مطلب  
یہ ہے کہ جب تک بادشاہ کے ہاتھ سے تعلق رہا میری ہمت کا شاہباز یا بند رہا۔ لیکن جب  
دوسرے لوگ ذیل ہو گئے تو اُس کو یہ محکومی گوارا نہ ہوئی اور اڑ گیا۔

ہمتِ ماسرخی آرد بال وز زرد دولتِ مابیں بود آں شوخ سیم اندام ما  
اگرچہ انداز میں کوئی ندرت نہیں۔ تاہم شعر سے شاعر کی عالی ظرفی کا پتہ چلتا ہے۔

سیر آزادگان برپائے دوں طبعان بود حیفت است اگر خاک رہو جانان نشد بردار بایستے  
آزاد مزاجوں کے سر کے لئے دوہی مصرف یا محل ہو سکتے ہیں۔ یا راہ دوست کی خاک ہوں  
یا دار کی زینت نہیں۔ یہ کیا غضب کہ ایسا سراور ذلیل فطرتوں کے قدموں پر خیال کی نعت  
اور بیان کی لطافت داد سے مستغنی ہے۔ لطافت بیان کی تمثیل میں چند شعر اور ملاحظہ ہوں  
جن سے قارئین کرام کو محروم رکھنا ہمارے نزدیک ظلم ہے۔

دارم امید صلح ازاں چشم جنگ جو جمعیتے زلف پریشا نام آرزو دست  
بادچمن علاج تپِ دل نمی کند عیسیٰ دمی زگو شہ دانا نام آرزو دست



نہ کردہ جلوہ بت شوخ و باختم دل و دین

اگر برا نکند از رخ نقاب راجہ کنسہ

توانم اس کہ لب خود بہ مے نیا لایم

سیاہ مستی عہد شباب راجہ کنسہ

خلق را بسکہ گمانہاست یہ شیارئی خویش

جلوہ فرماؤ یکے پیرس کہ ہیشیا رکجا سرت

آپ کے کلام میں بیان کی سلاست اور زبان پر قدرت کی مثالیں بکثرت ہیں مثال کے طور پر

پروہ نظم پڑھیے جو "کسی" کے ریمارک کے جواب میں تحریر کی ہے۔ آغاز یہ ہے:-

اے کہ از غایت لطافت طبع

سحر نو بہار را مانی

خاتمہ کا شعر سننے کے قابل ہے۔

من و یزداں کہ من فدائے توام

گفتہ طالب رضائے توام

ایک جگہ لکھتے ہیں:-

حسرت ز بوئے باغ و ماغم نمی رسد

بوئے وفازاں گل خندانم آرزو دست

دماغ رسیدن فارسی میں مست و سرخوش ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ کہیں کہیں کلام میں

شوخی اور بے باکی کی اد ابھی جھلکتی ہے۔

چوں نخواہد داشت تاب بوسہائے بیدریغ

آں لب میگوں بزرگ یا سمن خواہد شدن

کشیم منت بخت بلند خود روزے

کہ در کشیم بر آں بلند بالا

ممکن ہے کہ بعض نقاد طبع ان اشعار پر چین بہ جنیں ہوں۔ مگر جذبات کے دریا کا سرت

باندھنا آسان نہیں۔ جلتے جلتے دو شعر تعلق اور زور بیان کے بھی سنتے جانیے فرماتے ہیں:-

از بدخشاں لعل و از عثمان گہر

جو صہر طعم زکائے دیگر سرت

نغمہ ہائے طوطی و بلبل خوش است

حسرت مارا فغان و دیگر سرت

ان چند سطور پر یہ تقریب ختم کرنے سے پہلے اپنے مخدوم حضرت نواب ریمار جنگ بہاؤ

نے

مدظلہ العالی کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے بغایت ذرہ نوازی مجھے اپنے کلام فارسی  
کو طبع کرانے اور شائع کرنے کی سعادت بخشی۔ ع  
گلاہ گوشہ دہقان باقباہ رسید  
استادی پروفیسر مولانا ضیاء احمد صاحب بدایونی کا بھی منت گزار ہوں کہ اس  
خوش گوار فرض کی ادائیگی میں آپ نے میرا ہاتھ بٹایا۔ فجزاھما للہم خیر الخیراء

سید الطاف علی بریلوی

سلطان جہاں منزل  
علی گڑھ

یکم مئی ۱۹۲۹ء

لے ”خوش گفٹی دورِ سستی“، حسرت شروانی

# غزل فارسی

(اشترخامہ نواب صدریاد جنگ بہادر مدظلہ)

حسن اتفاق کا کرشمہ دیکھو۔ حکومت عرب سے عجم کا آزاد ہونا اور فارسی لٹریچر کا ادب عرب کی حکم رانی سے نکلنا ساتھ ساتھ ہوا۔ عجمی فرماں روا فتوح عرب کی روح کے حلقہ بگوش رہے۔ یعنی انہوں نے مسلمان رہ کر سلطنت کی۔ اسی طرح فارسی شاعری جانِ نظم عروض و قافیہ میں عربی شاعری کے تابع فرما رہی۔ صورت کو چھوڑ کر معنی کو دیکھو تو متنبی اور خاقانی اپنی بلند پروازیوں میں خیالات کے ایک ہی آسمان سے تارے توڑ کر صفحہ کاغذ کو منور کرتے ہیں۔ دولت شاہ نے اپنے تذکرے میں شعرائے فارسی کے دور قائم کئے ہیں۔ مقدمہ میں متنبی وغیرہ شعرائے عرب کا ذکر کیا ہے اور اس طرح فارسی شاعری کی ابتدا کو عربی شاعری کی انتہا سے ملا کر سلسلہ مسلسل کر دیا ہے۔ ہم انسان کی نارسانی دیکھتے۔ جس چیز کی آغاز کی تلاش میں اٹھتی ہے انجام کار تپاس کی بھول بھلیوں میں سرگردانی اٹھاتی ہے۔ یہی حال فارسی شاعری کی ابتدا کا ہے۔ بہرام گور کا عالم سرخوشی میں پہلا مصرع کہنا۔ یعقوب لیث کے چھوٹے سے بچے کی زبان سے موزوں مصرع کا نکل جانا، مٹے سے نشان ہیں جو پیک خیال کو منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتے۔ تپاس کی مگر چاندنی سے نکل کر واقعات کی صیح صادق کے نور میں آؤ تو رود کی کا دل کش ترانہ سامعہ نواز ہوتا ہے۔

اس پر مشکوٰۃ قافلہ کی قافلہ سالاری ابو الحسن رود کی کی قسمت میں تھی۔ دربار سامانی

سے ابو الحسن عبد اللہ رود کی سمرقندی مودع امیر احمد نصر سامانی والی بخارا واقعات نصر سامانی ۳۳۲ ہجری

کی عظمت کے جہاں اور ساز و سامان تھے وہاں ملک الشعراءِ رودکی کا طمطراق بھی تھا جس کی جلو میں دو سوزیں کمر غلام چلتے تھے۔ قلندرِ مزاج شعراء اگرچہ ہمیشہ رودکی کی شوکت کے خیال میں رہے۔ لیکن یہ دل کش خواب پھر بہت ہی کم نظر آیا۔ ظاہر ہے کہ اس ادج موج میں مو ابھی خیال کے حوصلے قصیدے ہی کے میدان میں نکل سکتے تھے۔ ہجری چوتھی صدی کا آغاز رودکی کا دور ہے۔ اس زمانہ سے سعدی کے زمانہ تک (وفات سعدی ۳۹۱ھ ہجری) قصیدے کا دور اور زور سمجھنا چاہیے۔ اس چار سو برس کے عرصے میں قصیدے نے نشوونما کے مختلف مدارج طے کئے۔ بچپن سے لڑکپن، لڑکپن سے جوانی، جوانی سے کہولت، کہولت سے بڑھاپا۔ زندگی کی یہی منزلیں ہیں۔ یہی منازل قصیدے کو پیش آئیں۔ خاقانی کا زمانہ (چھٹی صدی ہجری کا درمیانی حصہ) قصیدے کے شباب کا زمانہ تھا۔ دورِ شبابِ زور و شور کا زمانہ ہے۔ اس وقت کے قصائدِ مبالغہ کے زور میں طوفان سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں۔ جوانی اور جنون کا ڈانڈا بڑا ہوا ہے۔ شبابِ قصیدے کی مداحی ستائش کا جنون ہے۔ مدوح زمین پر ہے وہ آسمان پر بتا رہے ہیں۔ ہاتھ کے اشارے سے دکھاتے ہیں۔ کوئی نہ دیکھے تو ہاتھ سے اُس کا منہ اوپر کو اٹھا دیتے ہیں۔ نہ مانے تو دلیل سے سمجھاتے ہیں۔ اس پر بھی نہ سمجھے تو ہجو سے سمجھاتے ہیں۔ سلج خانے کی چھت سے ہمیشہ چرخ ہفتم کے فرشتے تنگ رہے۔ اگر پٹاؤ اتنا اونچا نہ ہو تو مریخ دوز نیزے کہاں رکھے جاتے۔ ڈربئی کی گھوڑ دوڑ میں تیزی رفتار کا معیار سکند اور منٹ ہیں۔ ہمارے شعراء کے ممدوحوں کے گھوڑے صد ہا برس ہوئے اس

ریکارڈ کو توڑ چکے ہیں۔ یہ چند منٹ اور سکند میں اسکاٹی ریس (Race) کا دور پورا کرتے ہیں۔ وہ چشم زدن میں دور فلک سے باہر نکل جاتے ہیں۔ مضامین پر خواہ سنسوار خواہ سوسائٹی کے مذاق سے عبرت حاصل کر دلیکن شکوہ کلام، قوتِ ادا، زور بیان اور روانی سخن کو دیکھ کر تم بے اختیار آفریں کہ اٹھو گے شباب کے بعد پیری ہے۔ پیری میں شباب کی باتیں خواب کی باتیں ہیں۔ مرزا غالب بہادر شاہ کی مدح میں وہی مضامین صرف کرتے ہیں جو عنصری نے سلطان محمود کی ستائش میں باندھے تھے۔ یہ خیال کا خواب نہیں تو کیا ہے۔ بیان میں سحر کی تاثیر ہے۔ غالب و قافی کی جادو بیانی قصیدے کے ناتواں جسم میں پھر روح جوانی بھونک گئی۔

قصیدہ جس قدر منجھتا گیا اسی قدر اُس میں سے مغلط الفاظ، دشوار ترکیبیں اور مشکل مضامین چھپتے گئے۔ جہاں قصیدے کی سرحد غزل سے ملی ہے وہاں قصیدے کی صفائی غزل کی روانی سے ہمدوش ہے۔ شعراء کے چوتھے طبقہ میں کمال اصفہانی ہے جس کو دربار کمال سے ”خلاق المعانی کا خطاب ملا ہے۔ اس کے قصیدے کی صفائی تیغ اصفہانی کے جوہر کو شرماتی ہے۔ اسی طبقہ میں غزل گو یوں کے امام شیخ سعدی جلوہ فرما ہیں۔ اُن کا کلام ”کالمح فی الطعام“ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا دیوان ”شعرا کائنات دان“ کہلایا۔ صفائی کلام کے علاوہ غزل کے لئے شکستگی و خستگی بھی درکار ہے۔ جب غزل کے فروغ کا زمانہ آیا تو شکستگی و خستگی کے اسباب بھی پیدا ہو گئے۔ ساتویں صدی میں تاتار سے ایک سیلاب بلا آٹا جو عجم کو تاخت تاراج کرتا ہوا نکل گیا۔ یہ ایک قہر تھا جس نے سارے کارخانے

رہم برہم کر دیئے۔ دربار لٹ گئے۔ تاجداروں کے سر کٹ گئے۔ گرمی ہنگامہ  
 کا فور ہوئی اور ہر طرف افسردگی چھا گئی۔ اس سے بہتر وقت غزل کے فروغ کے  
 واسطے کون سا ہو سکتا تھا۔

مری تعمیر میں مضمحل ہے اک صورت خرابی کی  
 ہیولی برقی خرمن کا ہے خونِ گرم و ہتھال کا

یہی زمانہ ہے کہ شیراز سے غزل کا ترانہ بلند ہوا۔ جس طرح ملکی سلطنت  
 بولی اسی طرح کشور سخن کا انقلاب ہوا۔ خلافت کا چشم و چراغ مستقیم بغداد  
 میں شہادت سے سرخورد ہوا۔ اصفہان میں کشور قصیدے کے تاجدار کمال صفت  
 سعادت شہادت نصیب ہوئی۔ عبرت کا تماشہ دیکھو۔ جس قتلِ عام نے قصیدے  
 کا تاج اتارا اسی نے غزل کو تخت اقبال پر بٹھایا۔ یہی تاجداروں کا ہنگامہ  
 تھا جس نے سعدی کی طبیعت میں افسردگی و شکستگی پیدا کی۔ اس طرح زوال  
 قصیدہ اور کمال غزل ایک ہی سبب کے دامن سے وابستہ ہیں۔ سعدی  
 کے سینے میں عشق کا سوز اور دماغ میں حکمت کا نور نہاں تھا۔ سوزِ غزل  
 کے پردے میں چمکا حکمت کی بو گلستاں، بوستاں میں تھکی۔

عام طور پر شیخ سعدی غزل کے مجہدِ اول مانے گئے ہیں۔ تلاش اس کو  
 ثابت کرتی ہے۔ تقدم کا شرف خواجہ سنائی غزنوی کو حاصل ہے۔ خواجہ  
 روح دوسرے طبقہ میں ہیں۔ ان کے معاصر خاقانی و انوری کی غزل قصیدے  
 اترا ہوا خاکہ ہے۔ لیکن خواجہ کی غزل میں وہ صفائی اور ملاحظت ہے جو  
 گئے چل کر حافظ اور سعدی کا حصہ ہو گئی۔

یہ ضرور ہے کہ سعدی سے پہلے غزل قصیدے سے دہنی ہوئی تھی۔ شیخ کے زورِ طبع نے اُس کو اتنا بلند کر دیا کہ اُس نے قصیدے کو دبا لیا۔ امیر خسرو نے سوز و گداز کو چمکایا۔ حسن دہلوی نے لطافت سے اُس کا حسن دو بالا کیا۔ سعدی کے بعد سلمان ساؤجی اور عبید زاکانی باکمال قصیدہ گو گزرے ہیں۔ اُنھوں نے قصیدے کو ابھارا۔ لیکن پھر اُس کا رنگ نہ جما۔ دولت شاہ نے سلمان ساؤجی کے دور کو غزل گویوں کا دور لکھا ہے۔ قصیدے کے ساتھ ہی ساتھ مثنوی بھی عالم وجود میں آئی ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ قصیدے کے عہد میں قصیدے اور غزل کو دور میں غزل سے دہنی رہی۔ دورِ اول میں اساتذہ مثنوی فردوسی، سنائی، عطار، خاقانی، مولانا، روم اور نظامی وغیرہ گزرے ہیں۔ دورِ ثانی میں سعدی، خسرو، جامی، خواجو، فیضی، ظہوری، زلالی وغیرہ، مثنوی کا اشکال اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابتدا سے انتہا تک مشکل سے تیس چالیس مثنوی گواہی سے نکلیں گے جو شہرت کے دربار میں باریاب ہوئے ہوں۔ حال اُن کہ قصیدہ اور غزل کے اسناد صد ہا مشہور ہیں۔

ہم نے تفحص کے بعد غزل کے بارہ دور قائم کئے ہیں۔ ہر دور میں جن اساتذہ کا دور دورہ رہا اول اُن کے نام تقدیم و تاخیر کی ترتیب سے لکھے ہیں۔ پھر ہر ایک کے کلام کا نمونہ دکھایا ہے۔ اور اپنی فہم ناقص کے مطابق ہر دور کی خصوصیتیں بتائی ہیں۔ خاتمۃ الباب شیخ علی حزیں ہیں۔ بنارس جا کر ان کی قبر دیکھو۔ سبکی کہہ رہی ہے کہ باغ سخن کا بلبل زارِ انوں سے چور، حسرت بہار کو دل سے لگائے ہیں سو رہا چور۔ پتھر کا دل ہو گا جو سنگِ مزار کے اشعار پڑھ کر بے تاب نہ ہو جائے گا۔ اشعار

زبانِ دانِ محبتِ بودہ ام و دیگر نمیدانم  
 ہمیں انم کہ گوش از دست پیغاشیند این جا  
 خیز از پائے رہ پیما بسے گشتگی دیدم  
 سرشوریدہ بر بالین آسایش رسید این جا  
 دلِ حزین سے یہ مضمون غزل کا مرثیہ بن کر نکلا ہے۔ جو چوتھ جنوں صد ہا برس  
 فارس، عراقِ عجم، خراسان، ماوراء النہر اور ہندوستان کی خاک چھانتا  
 رہا آخر ٹھنڈا ہو کر کاشی کی سرزمین میں خاک میں مل گیا۔ اگر یہ سچ ہے کہ نبارس  
 میں قید حیات سے آزاد ہونے والے پھر جنم نہیں لیتے تو ان لوگوں کو اب قیامت  
 تک غزلِ فارسی اسی قبر کی مجاور رہے گی۔ ظاہری اسباب کی تیکھی چٹون بھی  
 یہی اشارہ کرتی ہے۔ لوحِ مزار کا آخری شعر اسی انجام کی خبر دے رہا ہو شعور  
 روشن شد از وصالِ تو شبھائے تارِ ما

صبح قیامت است چسپداغِ مزارِ ما

دورِ اول - ابو الفرج رونی - منوچہری دامغانی - مسعود سعد سلمان -

دورِ دوم - عبد الواسع جبلی - خاقانی شردانی - انور سی ابیوردی - ادیب  
 صابر - خواجہ سنائی غزنوی - ظہیر فاریابی - سیف الدین اسفہنگی -

دورِ سوم - نظامی گنجوی - شاپور نیشاپوری - خلاق المعانی کمال اصفہانی  
 پور بھائی جامی

دورِ چہارم - خواجہ فرید الدین عطار نیشاپوری - مولانا جلال الدین رومی - شیخ  
 سعدی شیرازی - ادھدی مراغی - عراقی ہمدانی - ہمام تبریزی

نخستین دورِ پنجم - امیر خسرو دہلوی - خواجہ حسن دہلوی - خواجہ کرمانی -  
 سلمان ساوجی - حسن منکم - ناصر بخاری - خواجہ حافظ شیرازی -



کمال خجندی۔

دویر ششم۔ سید نعمت اللہ قدس سرہ۔ سید قاسم انوار قدس سرہ۔ خواجہ  
عصمت بخاری۔ کاتبی شیخ آذری۔

دویر ہفتم۔ شاہی سنواری۔ امین ترابادی۔ درویش قاسم توفی۔ طاہر بخاری۔

دویر ہشتم۔ مولانا جامی۔ خواجہ آصفی۔ ہلالی استرآبادی۔ اہلی خراسانی۔

نبائی ہروی۔ سہیلی۔

دویر نہم۔ بابا فغانی شیرازی۔ لسانی شیرازی۔ میلی ہروی۔ غزالی مشہدی۔

دخشی یافتی۔ محترم کاشی۔ ولی دشت بیاضی۔

دویر دہم۔ تفتی کمرہ۔ ملک تفتی۔ ظہوری ترشیزی۔ شفائی اصفہانی۔ نظیر تفتی۔

نیشاپوری۔ عربی شیرازی۔ فیضی اکبرآبادی۔ شنائی مشہدی۔

شاہد طہرانی۔ طالب آملی۔ آسیر شہرستانی۔

دویر یازدہم۔ صاحب تبریزی۔ سلیم طہرانی۔ کلیم ہمدانی۔ صیدی طہرانی۔ شوکت

بخاری۔ طاہر قزوینی۔ فطرت مشہدی۔ عالی شیرازی۔

دویر دوازدہم۔ (خاتمہ الباب) شیخ علی خزین لاهیجانی۔

~~~~~

دویر اول۔ ابو الفرج رودنی۔ منوچہر دامغانی۔ مسعود سعد سلمان۔

ابو الفرج رودنی (مادح ابو علی سمجرتھا۔ جو قبل ظہور دولت سلطان

محمود سلاطین سامانیہ کی طرف سے صوبہ خراسان میں گورنر تھا۔ وفات ابو علی سمجرتھا

۳۸۶ ہجری) ۵

بیامدی صنما برد و پائے بنشستی  
 نہ مست بودی و پند آستم کہ چون مستان  
 سه روز شد پس ازال تا زور و فرقت تو  
 درست گشت کہ جان منی بدین معنی  
 بہ جانِ جاناں اگر تو بدست خویش و لم

و لم زد دست بروں بردی و درون خستی  
 ہمیں بہ حیلہ شناسی بلندی و پستی  
 نہ ہوشیار می دانم کہ چسیت نہ مستی  
 کہ تا ز من بگستی بہ من نہ پیوستی  
 چنانکہ بردہ امروز باز نفرستی

وله

چو لبری چہ عیاری چہ صورتی چہ نگاری  
 بغیر عقل گدازی بچنگ چنگ نوازی  
 چو بوسے خواہم رنگی چو صلح جویم جنگی  
 نہ سوزی و نہ بسازی نہ کاہی و نہ فزائی  
 تکلفت یوسف رُئی چرانہ یوسف خوئی

نہ گاہ خلوت جفتی نہ وقت عشرت یاری  
 بوعدہ رو بہ بازی بہ عشوہ شیر شکاری  
 چو راست رانم لنگی چہ خوست این کہ تو داری  
 نہ بندی و نکشتائی - چہ دیو دست سواری  
 بلے قرینہ رودئی - ولیک گرگ بسیاری

منوچہر دامغانی (سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں تھا) جلوس سلطان محمود ۳۸۷ھ  
 فات ۴۲۱ھ ہجری ۵

ارخت اے دلبر عیار یار  
 جو رخ رختاں تو گلنار گشت  
 چشم تو خونخوارہ ہر جا دوے  
 بدم ہوا دار و ہوا خواہ نشت  
 دکن اے کوک و بردار جور  
 مے تو دل آزار دمن آزرده دل

نیست مرا نیز دگر بار بار  
 بردل من رخت گلنار نار  
 ماندہ ازاں چشمک خونخوار خواہ  
 بندہ ہوا خواہ و فسادار دار  
 مہر پیش آرد بردار دار  
 دل شد از آزار دل آزار نار

## ولہ

اے باعدوسے ماگورندہ زکرے ما  
 نام نہادہ بودی بہ بدخواہ جنگ  
 جستی دیا فتنی دگرے بر مراد پول  
 اکنوں بچوے دوست رواں آب عاقبتی  
 گوئید سرد تر بود آب از سبوسے تو  
 اکنوں یکے بکام دل خویش یافتی  
 اے ماہر وے شرم نہ داری ز رو کا  
 باہر کسے ہی گلہ کردی ز خوے ما  
 رستی ز خوے ناخوش دا ز گفتگوے ما  
 آن روز شد کہ آب گزشتے بجوسے ما  
 گرم ہست آب ما کہ کہن شد سبوسے ما  
 چندی بہ خیرہ خیرہ چہ کردی بجوسے ما



مسعود سعد سلمان جربانی (مادح سلطان محمود مسعود و ابراہیم غزنی) جلوس  
 سلطان مسعود ۴۶۱ھ وفات ۴۳۲ھ - جلوس سلطان ابراہیم ۴۵۱ھ

وفات ۴۸۰ھ

آند آہستہ با کمر شمشہ و ناز  
 زلف پیر پیچ بر شکستہ بہ گل  
 بر نہادہ بر ابرواں چو گال  
 گفتش چوں روی بنو میدی  
 اے نیاز سے مرا نیاز بہ تست  
 دوش نزد من آن نگار طراز  
 چشم پڑ خواب سرمہ کردہ بناز  
 تیر غمزہ بچشم تیر انداز  
 جنگ مانند مار کرد آغاز  
 در چہ دارد بمن زمانہ نیاز

من چو پرداختم بھر تو دل

تو زمانے بوصل من پرداز

## ولہ

اے سلسلہ مشک فگندہ لقمہ بر  
 چوں قامت تو نیست سہی سرخرا ماں  
 چنداں غم داندہ فراز آمدہ در دل  
 دل شد سپر جان ز نہیب مرہ تو  
 تا ہجر نشسته است بہ نزدیک تو ساکن  
 بر تو گزرم رے بتابی سہی از من  
 من بر تو ہمی ہر پچہ کم دست نیایم

رہ لولہ  
 دور اول کے جن اساتذہ کی چند غزلیں ملیں درج کی گئیں، نمونہ  
 انداز کے لئے کافی ہیں۔ عبارت و معنی دونوں پر غور کیجئے۔

مطلع ہے، غزل کے کل شعر ہم قافیہ دہم ردیف ہیں۔ مقطع نہیں۔ بندش اور  
 الفاظ کی ترکیب لفظی تمام کہہ رہی ہے کہ قصیدہ گوئیوں کا کلام ہے۔ نزاکت  
 و لطافت، استعارہ و مجاز (جو جان غزل ہے) معدوم ہے۔ جوش و لولہ  
 اور سوز و گداز بھی نہیں۔ ان صفات کے پیدا ہونے کے دو بڑے سبب ہیں۔  
 ایک تصوف، دوسرا سوسائٹی کا رنگ۔ تصوف ان شعرا میں نہ تھا سوسائٹی  
 سپاہ کے نعروں اور ہتھیاروں کی جھنکار سے گونج رہی تھی۔ نزاکت کہاں  
 با رہا تھی۔ سوز و گداز کو مصروف کارزار سپاہی زادہ کیا جانے۔ وہ لوگ  
 سومات کو دارالشکر ہونے کے لحاظ سے قابل فتح جانتے تھے۔ رہا میں

سوز و گداز یا حسن کا جلوہ دیکھنا یہ نازک خیالی متاثرین کے حصّہ میں آئی۔ غالب  
کہتے ہیں ۵

بہ سونماتِ خیالم در آے تا بینی  
رداں فروز برد و دشماے ز تازی

ابوالفرج رونی اور منوچہری کی غزلیں پڑھ کر حیب مسعود سعد سلمان کی  
غزل میں یہ شعر نظر آتا ہے ۵

زلف پُریچ بر شکستہ بہ گل  
چشم پُرخواب سرمہ کردہ بنار

تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک چٹیل میدان کے بعد کوئی سبزہ زار آنکھوں کے  
سامنے آ گیا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ استعارہ و تشبیہ و لطافت  
غزل کے واسطے کہاں تک ضروری ہے۔ مسعود کا زمانہ سلطان ابراہیم  
بن مسعود کے عہد تک رہا۔ یہ عہد بہ مقابلہ سلطان محمود و مسعود کے آسائش کا  
عہد تھا۔ سلجوقیوں سے صلح ہو گئی تھی۔ ابراہیم کے جو صلے اتنے بلند نہ تھے  
جو محمود و مسعود کی طرح سوسائٹی میں تلاطم برپا رکھتے۔ غالباً اسی آسائش و امن  
کا رنگ مسعود سعد سلمان کی غزل میں جھلک رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایک مصروف کارزار سوسائٹی کو جس قدر سوز و گداز و محبت  
کے مضامین پر غور کرنے کی فرصت مل سکتی ہے اسی قدر سرمایہ اس دور کی  
غزل میں ہے۔ ان غزلوں کے انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشتِ قفقاز کا  
سیدھا سادہ ترکمان اپنے محبوب سے بات چیت کر رہا ہے۔ مضامین کو

دیکھو تو سمجھ جاؤ گے کہ جو مضامین غزل کے لئے روح رواں ہیں وہ اُس عہد میں پیدا ہو چکے تھے۔ معشوق کی جفا کاری، بے وفائی، وعدہ خلافی، مست ناز ہونا، رقیبوں کے ساتھ اختلاط، عاشق صادق سے بے گانگی، ہرجائی ہونا، فراق کے ستم، وصال کی آرزو، سوزِ عشق، عاشق کی وفاداری، اخلاق، آزدگی، خستگی، انتظار، زمانہ کی دشمنی، اشک باری، جامہ درمی، بے صبری، نردروئی، ان کی آنکھ کی تشبیہ ابر سے، چشمِ معشوق کی خو خوارگی، بدستی، پُرخوانی، جادوگری، تیرا فگنی، بیماری، خمرگاہ کی تیراندازی۔ ابرو کی کمان و یوگاں سے تشبیہ۔ رخ کی تشبیہ گل لالہ و ماہ سے لب کی صفات، پیشکر۔ لب لعل مثل شراب (حرجان) ہونا زلف کے اوصاف۔ مشک و عنبر و غیر نامہ گنگنکاراں۔ آشفستگی۔ پیر پیچ۔ قد کی سروسی سے۔ رفتار کی کبک درمی سے معشوق کے خطاب۔ مژک، نگار، کودک، پسر، دوست، لعبت، صبت، صنم، صفاتِ معشوق، کمر بستہ ہونا، دلبر، عیار، حوری لقا، نازنین، پریر، ہیم ذوق، بستہ لب، بنفشہ مو، سوار (قاصد) کجوتر، باز۔

آج لوگ ایشیائی شاعری کو مضامین کو ان۔ نیچرل (Unnatural) بتاتے ہیں۔ تم اوپر کے مضامین کو غور سے دیکھو۔ عہدِ محمود و مسعود کا تصور ندھو۔ خراسانیوں کی افتاد مزاج اور رسوم پر نگاہ ڈالو۔ غزلیں اور خراسان کی جغرافیائی حالت سوچو، پھر انصاف سے کہو کہ ان میں کون سی بات ان نیچرل ہے۔

۱۲۔ دیکھو زلف کی تشبیہ ”نامہ گنگنکاراں“ سے کیا اشارہ کر رہی ہے۔

جب معشوق کی نگاہِ کرم دل میں زخم پیدا کر دے تو ایک جنگ جو جو رات دن تیر و شمشیر کے زخم لگاتا رکھتا رہا ہو اس حالت کو تیغ زنی و تیر افگنی سے بڑھ کر کس پیرائے میں بیان کر سکتا ہے۔ وہ بنفسہ کا پیچ و تاب، کجک دریا کی مستانہ خراچی، سیر و کی راستی، گل و لالہ کی رعنائی رات دن دیکھتے رہتے تھے۔ پھر اگر ان چیزوں کو وہ اپنے کام میں لائے تو قانونِ فطرت کی رُود سے کس جرم کے مرتکب ہوئے۔ درباروں کا شکوہ، مشک و عنبر، مرجان وغیرہ تکلف کے سامان ہمہ وقت پیش نظر رکھتا تھا، انہوں نے ان کا نام لیا تو کیا بُرا کیا۔ اصل یہ ہے کہ خود ہماری نیچر بدل گئی۔ اس کا کوئی علاج نہیں۔ اس دور کا کلام جہاں تک ہم نے دیکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسبِ میل مضامین اس وقت تک غزل میں نہیں آئے تھے۔

واعظوں پر پھبتیاں، امور دین کا استخفاف، معجزات کی بے ادبی، مے و میخانہ، ویر و تہخانہ، لوازم آتش پرستی، بلبل و گل، شمع و پروانہ، اندازِ دادا، لب کی صفت میں آبِ حیات و زندگی بخشی۔ آنکھ کی تعریف میں قاتل و کشتنِ خط و خال وغیر ذالک۔

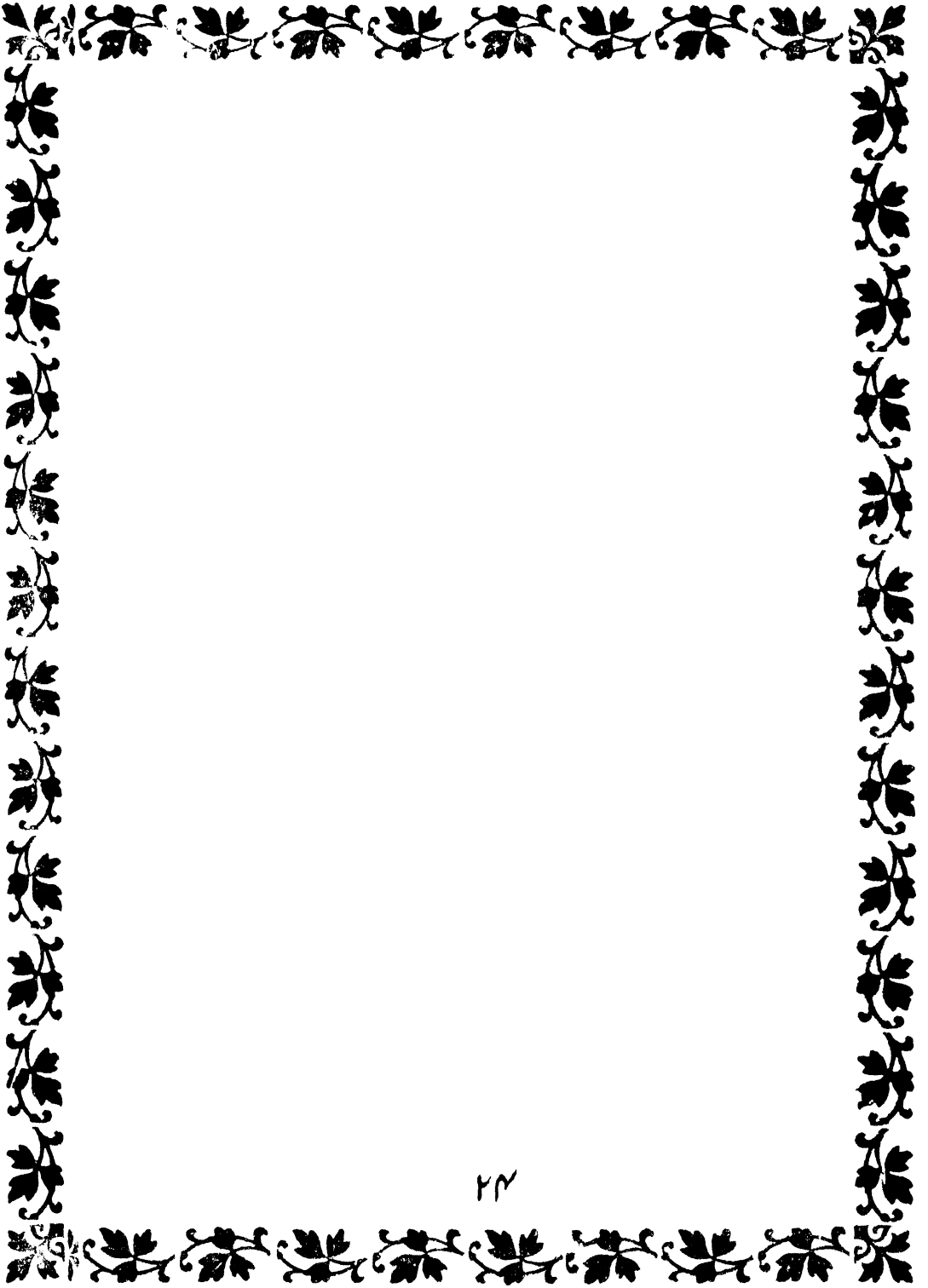
یہ دور غزنین و بخارا میں گزر رہا ہے جو فقہ و غیرہ علوم دینیہ کے اور علماء کے اثر کے مرکز تھے۔ سلطان محمود و مسعود کے حالات پڑھو۔ تو معلوم ہوگا کہ دونوں پر علماء کی صحبت کا کیا اثر تھا۔ اس حالت میں جو باتیں خلاف دین تھیں وہ باسانی قلم سے نہیں نکل سکتی تھیں۔ گل و بلبل چمنستانِ غزل میں آنے کے لئے غالباً بہارِ شیراز کا انتظار کر رہے تھے۔ شمع و پروانہ

بزمِ عیش و عشرت کے لوازمے ہیں۔ میدانِ جنگ میں عیش و عشرت کہاں۔  
لب کی حیاتِ نجی آنکھوں کا قاتل ہونا۔ نزاکت و لطافت کے جوہر ہیں جو  
متاخرین کی جانکاہیوں سے چمکے۔ دورِ اول میں ان مضامین کا نہ ہونا  
ہماری شاعری کی حد درجہ نیچرل ہونے کی دلیل ہے۔

--- : : : ---



# بوستانِ حسرت



۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمِیْدُ

(از بیاض سستہ ۱۳۰۳ھ) بر مطلع مشہور

الہی چوں سپہم سینہ بکشا  
دلم طوطی کن و آئینہ بنما

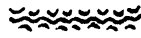


الہی جان و دل وارستہ فرما  
دلم بلبیل کن و گلستہ بنما



الہی مشرق خورشید الفت ساز جا نم را  
زنو حسن بے پایاں فروراز کن بیا نم را  
خداوند انار رے جاناں ساز جا نم را  
نوائے جان تن سوزی عطا فرما زبا نم را

## نیرِ رختاں



عشوہ رہ زنِ دینِ شدنِ حیرانے را  
کہ از ونیتِ بجا ہوشِ مسلمانے را  
گر بگردی بہ بیابانِ مدینہ یابی  
کردہ ہر ذرہ بہ نیرِ رختاں نے را  
بنا جلوہ زان چہرہ رشکِ مینو  
تا کنی روکشِ جنتِ دلِ ویرانے را  
بر سرِ گورِ غریباں چو بیانیِ رُنے  
بہنی افتادہ بہر گوشہ ارمانے را

دل پر پڑے اگر بردہ ز من نیست عجب  
 اہر من بردہ ز کف مہر سلیمانے را  
 اے نسیم سحری رتخہ فیضے ز اں کو  
 تازی آب تلسی دل سوزانے را  
 جز روز لفسح کہ خوش آسودہ بقرب  
 کہ نشاں یافتہ آسودہ پریشانے را  
 گر خرامی بصفایان خیالم بینی  
 رونما خواستہ مہر جلوہ ایرانے را  
 طبع حسرت بروانی نسبت از ان روانہ  
 گوہر گشتہ سبب شمشیر عثمانے را

۱۲ صفر المظفر ۱۳۱۹ھ

عہ پسندیدہ جناب خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی - ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۱۹ھ

## بر طرح مرزا اصائبِ حوم

از لب شیریں ادائے گشته شیریں کام ما  
بخت را نام کم شد آرام جانی رام ما  
چو بر توے تایافته از جلوہ ما و عرب  
صبح صادق رشک از بر صفائے شام ما  
گر بیا تر دامن منی بر زہد خشک ما کند  
ننگ دارد نام بد از ننگ ما و نام ما  
طلبلہ عطار از بوئے خوشش باشد مشام  
رشک گلشن بسترت از سرو گل اندام ما

عہ ہر کہ دولت یافت شست از لوجِ خاطر نام ما۔

از و فوراً انتظار آن تدر و خوش خرام  
 حلقہائے چشم گشتہ حلقہائے دام ما  
 سالہا شد در بیابان طلب سرگشتہ ایم  
 آن غزال خوش ادا روزے نگشتہ رام ما  
 ز اتصال عارض پر نور و زلف مشک قام  
 گشتہ ہم آغوش گویا صبح ما و شام ما  
 کھے بود ما را ہوائے آب انگور می کہ بہت  
 لعل نوشش نقل ما و چشم مستش جام ما  
 ہمت ما سر تہی آرد بہ مال و زر فرود  
 دولت ما بس بود آن شوخ سیم اندام ما  
 رہروان شوق از ما سالہا آرنند یاد  
 نقشہا این گنخت در راہ محبت گام ما

گر چه دوریم از حریم جانفزاے وصل لیک  
خوش بیاد دوست می آید بسر ایام ما  
از سر باشد برون حسرت هواے سیر باغ  
ز نیت کاشانه آتش شوخ گل اندام ما

۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۹ هـ



# برطخ خواجہ حافظ شیرازی

حیات تازہ خیال لب تبت تمنا را  
نوید عیش بہار رخت تماشا را  
نگاہ گرم نتابد عذارِ گلگونش  
بخواب بنیم اگر آن نگارِ عینا را  
بجان شوق زنی آتش ز تابشِ حسن  
بچشم مہر فزائی رواں تمنا را  
ز تاب جلوہ کند تا نگاہ را مدہوش  
نور بادہ بر افروخت رُئے زیبارا  
کشیم منت بخت بلند خود روزے  
کہ در کشیم بر آں بلند بالا را

شکسته رنگ گلستاں بہار رخسارت  
 لب چو لعل تو درخون نشانہ صہبارا  
 فغاں کہ آن بت شنگول ہوش و مسرت  
 بجلوہ نواز د حبیب شیدا را  
 ز شور پستہ تو گشتہ عیش شیریں سخ  
 ز تاب زلف تو آست روزیلی را  
 دم کلام چو تنگ نبات بکشانہ  
 شکر بکام کنی طوطی شکر خارا  
 دلم بساغر و مینا تہی کشد حسرت  
 کہ بردہ زرگسستانہ ز خود مارا

۵۵ این شعر را خواجہ عزیزالدین عزیز لکھنوی پسندیدہ ۱۲۔ (۱۳) رجب ۱۳۱۹ ھ

## برطرح میرزا صائب مرحوم

احاطہ کرد و خط آں آفتاب تاباں را  
گرفت خسیلِ پری در میاں سیلماں را  
جمال روئے تو داغِ ست ماہ تاباں را  
بہار کوئے تو خائے بدلِ گلستاں را  
ز چشمِ سرخوشِ ساقی اشارہ کافیت  
دلِ بہانہ جوید شکستِ پیماں را  
ز زمینِ اشکِ عدن در کنارِ داما نم  
ز فیضِ داغِ گلستاں بیگریاں را  
فدا کے زخمِ نگاہت ہزار مرہم باد  
نثارِ دردِ تو سازم ہزار درماں را

بہجر کوئے توروزم کلیم شب بردوش  
 ز تاب روئے توروزے شہرستان را  
 ز نور عارض تورختما بظلمت کفر  
 بکفر زلف توروے نیازایماں را  
 بیادروئے تو یار زبدم بشوقے دوش  
 کہ دل دست شد از قراطوق زنداں را  
 ز جور ہجر تو جانم فگار و دل پیش مست  
 صبا بعجز رساں میں پیام جاناں را  
 شفق بشوق لب لعل تو جگر خوں کرد  
 سحر بیاد رخت چاک زد گریباں را  
 جوں بچوش نماندہ است داننے با من  
 سزد کہ چاک زخم دامن بیاباں را

سخنِ زطلت و آبجیات کو تہ کن  
میاں زلف سیاہش بنگر زرخزاں را  
بتسم تو نسیمِ چین پے حسرت  
بگاہِ مہرِ چو موجِ حیاتِ ارماں را

۹ جمادی الآخر ۱۳۲۰ھ



بالبداهہ

بہ منشی امتیاز علی خاں عثمی

ناظم کتابخانہ ریاست رام پور

باستغاثہ قدم

حبیب منزل

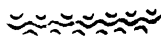
ز قدام نوشینا ز شہ بادلی بانیا ز بخش  
بہ حبیب بینوا کے خود طرہ امتیاز بخش

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۶۳ ہجری



# بر غزل نظری نیشاپوری

جدا عشق که ناکام بکام است اینجا  
جستن خواهش دل جمله حرام است اینجا  
مستی و بخیر بیاست همه در ره شوق  
بصلاح و ورع و عقل سلامت اینجا  
در ره عشق خرد مند بماند حیران  
عقل کل سر بگریبان چه مقام است اینجا  
و آنگاه مملکت عشق دیار نیست غریب  
که شه غازی محمود غلام است اینجا

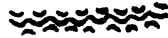


# نفسِ اول

اگر جز زیاد تو دارم خیالے  
خداوندِ جہاں بخشاد حالے  
کہ از نظارہ اش کرو بیاں را  
بر آید از دروں آوازِ دروا

---

عہ این اول شعرت کہ موزوں کردم





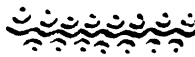
# بر طرح طالب آملی

ہوائے باغ بہر تو سازگارم نیست  
جداز کوئے تو ذوقی بہ نو بہارم نیست  
چو سہ گشتم و کوئے تو در نظر ندادم  
براہ عشق تو جاں دادم و قرارم نیست  
دل ز جوش بہار و کنار جو نکشود  
کہ آن نگار گل اندام در کنارم نیست  
ز فرط شوق ہمہ چشم و تماشانیست  
فادہ ام بسراہ و شہسوارم نیست

طالب آملی

عہ مرغ عشق و جز داغ سازگارم نیست  
علاج درد بجز ناہائے زارم نیست

خیالِ رُئے نگارے مر از خود برہ است  
 دماغِ بوئے گل و جلوہ بہارم نیست  
 بذوقِ درد تو با چارہ مگر پیرِ دازم  
 بدایعِ عشق تو پر وائے غمگسارم نیست  
 بغیرِ زلفِ سیہ قام و عارضِ پر نور  
 نشاطِ لیلِ من رونیقِ نہارم نیست  
 بغیرِ ہیرہ گنگونِ شاہدِ سنگول  
 بہارِ باغِ من جوشِ نو بہارم نیست  
 سپرد ہائے دل و چشمِ من نہاںِ حسرت  
 من و خدا کے کہ جز جلوہ نگارم نیست



## بر طرح شفا فی کُصفیانی

آمد بهار و جلوه بستانم آرزوست  
هم نالگی بمرغ غزلخوانم آرزوست  
نه خوشدلی نه جلوه بستانم آرزوست  
بیتابی جنون و بیابانم آرزوست  
باد چمن علاج تبِ دل نمی کند  
عیسی دمی ز گوشه د امامم آرزوست  
ماه و دو هفته ظلمتِ حیران نمی برد  
عالم فرزند شمع شبستانم آرزوست  
دارم امید صلح از آلِ حشیم جنگ جو  
جمعته ز زلف پریشانم آرزوست

سودائے شوق بیخبر از حد و غایت مست  
 جاں برب مست و جلوہ جانانم آرزوست  
 بہر نثارِ مقدم آں شاہِ دلبر اں  
 بجزرنگد او شوکتِ سلطانم آرزوست  
 خواہم شرابِ تنزسا قی مست ناز  
 سامانِ بجزومی فر او انم آرزوست  
 پرشمرده خاطر م ز گل و لاله نشگد  
 چکچہ بہ سارِ گلستانم آرزوست  
 طبعم ملول گشتہ ز ہنگامہ جہاں  
 آسودگی گوشہ زندانم آرزوست  
 حسرت ز بوئے باغ و ماغم نمی رسد  
 بوئے وفا از اں گلِ خندانم آرزوست

برطح امیر سردہلوی

کافر عشقمِ سلمانی مراد رکاز نیست



لالہ ہم رنگ تو در دامن گلزار نیست

بوئے مشکین لطف تو در طبلہ عطار نیست

شور و حشمت شد ز سر بانیت پائے در طلب

رسم جانباری ز پادشاهِ سرے بردار نیست

طبع نازک بے نیاز از قید رسم افادہ است

رشتہ الفت چو دارم حاجت ز نار نیست

از ہوائے مشک ساؤ سبزہ لکش چہ سود

چوں چشم جلوہ آں آہوئے تا نار نیست

پنچہ را شکلِ دہن شد شیوہ کفتار کو  
 سرور اقدسی شد فتنہ رفتار نیست  
 نیست دولت در بہاں جز وصل شوخِ سیمین  
 نقدِ عیشی در زماں جز دولتِ پیدار نیست  
 لطفِ چشمِ مست تو در بادہ گلرنگ کو  
 ذوقِ جامِ لعل تو در ساغرِ شرابِ نیست  
 در بہاراں سیر گلشنِ غنچہ دل واکرود  
 چوں بہارِ گلشنم آن غیرتِ گلزار نیست  
 نیست کائے باطیبِ شہرِ رنجورِ ترا  
 گشتہ مسکینِ مبتلائے دردِ دل بہار نیست

لہ کیف۔

دیدہ کمرِ عشقِ جاناں می نیا ردیلِ اشک  
در خور جناتِ عدن تکتھا الانہار نسیت  
از بنِ ہر موعے حسرتِ نا لہا سبرِ میزند  
نغمائے دلکش اور بندِ چوٹِ تار نسیت

۲ صفر ۱۳۲۰ ہجری



بر طرحِ حیرتِ حسنِ دہلوی  
عالمِ حسن از جہانے دیگرست  
پیکرِ جاناں ز جانے دیگرست  
حرفِ واعظ و لہریب آند چشم  
چشمِ فتاں را بیانے دیگرست  
دو جہاں آنجا فدائے جلوہ  
منزلِ جاناں جہانے دیگرست  
بیخودی ماز ذوقِ جلوہ  
خلق را بر ما گمانے دیگرست

ہر زمان از غیب جانے دیگرست۔



از بدخشان لعل و از عمان گہر  
 جوہرِ طبعم ز کانے دیگرست  
 شدتی از جان بہان و عشق را  
 لب ترخم ریز جانے دیگرست  
 فتنہ گر دوں بکولیش خاک بوس  
 این زمیں را آسمانے دیگرست  
 از گل افشان تبسم۔ بر رخس  
 ہر نگاہے بوستانے دیگرست  
 عشق را ہر دم تمنائے دگر  
 حسنِ محو ذوقِ شانے دیگرست  
 پریش درمان دلِ مانوش نکرد  
 درو را لطفِ نہانے دیگرست

بے ستوں خواندِ حدیثِ کوہکن  
بے نشاناں رانشانے دیگرست  
بر لبِ خونِ شہیداں قصہاست  
بے زباناں رازبانے دیگرست  
نغمائے طوطی و بلبلِ خوشست  
حسرتِ نارِ افغانے دیگرست

۹ روزی تجہ ۱۱ ۱۳ ہجری

ببینببینببینب

## برطرحِ خواجہ حافظ شیرازیؒ

اے نسیم سحر آرام گم یار کجاست  
منزل آن عاشق کس عیار کجاست  
روزِ من گشتہ سببِ جلوہ دلدار کجاست  
سینہ خوں گشتہ ز غم مرہم دیدار کجاست  
فصل گل رفت و لم عنچہ نشت گفتم ہنوز  
آں بہارِ ارم و نازش گلزار کجاست  
خار خارِ غم ہجران بدلم خارِ شکست  
اے نسیم سحری آں گل بیخار کجاست  
عیش من لٹخ شد از سختی ایامِ فراق  
یارِ آں لعلِ دامنِ سخنش شکر بار کجاست

روزگار سیت و لم چہرہ مقصود و ندید  
 بیک فرخندہ پی و مژدہ دیدار کجاست  
 سرو و شمشاد بخش قدر عفا دارد  
 تار و دول زر کفے شیوہ رفتار کجاست  
 باد جاں بخش و چمن خرم و مہ نور فشاں  
 ساتی ماہ و ش و ساعہ شتار کجاست  
 خلق را بسکہ گمانہاست بہشیاری خویش  
 جلوہ فرماؤ کیے پرس کہ ہشیار کجاست  
 از تپ ہجر بجاں آدہ مسکین دل من  
 مایہ صحت دل زر گس بیمار کجاست

لہ نقۃ۔ (اصلاح برادر کرم منزل اللہ خاں صاحب)

باپوئے مشک نزار دوسرو کا لے سرما  
کا کلن یار کجا نانوہ تا آمار کجا سرت  
سروئی زہد نسا زو بدل ما حسرت  
مایہ گرمی دل خانہ نمار کجا سرت

۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ

۲ سر آشفۃ نزار دوسرے بامشک تمار۔

۳ خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی مرحوم نے بوسے مشک اور گیسوئے یار کے دائرے کے

انخفا پر اعتراض فرمایا تھا۔ اصلاح کی گئی۔

۴ گیسوئے۔

از بیاض ۱۳۰۳ھ

سرایم گم ز بزمے داستانی  
زیبا نم را کنی جادو بیانی

آغاز برشکال

ز فضلش بسیارید بارانِ رحمت  
بیا سود مخلوقِ رحمن ز رحمت

۱۲ شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ

## برطح مشهور

بیدلاں سینہ ز داغت چنے ساختہ اند  
شمعہا سوختہ و انجمنے ساختہ اند  
این ہمہ پاکی گوهر نتوان یافت بجاک  
مگر از شیرہ جانت بدنے ساختہ اند  
غنچہ و لاله و گل زرگس و سنبل داری  
چشم بد دور ز رویت چنے ساختہ اند  
خاکساران رہ او کہ خوش آسوده بجاک  
خانہا رازدہ آتش وطنے ساختہ اند  
بے نیازانہ ز سیر گل و گلشن گزرنہ  
بیدلانیکہ بگل پیرہنے ساختہ اند

منتِ راحۃ نائفہ و غنچہ نکشند  
سرخوشانیکہ بوئے دہنے ساختہ اند  
جلوہ کردی و در وہم ارم افتاوند  
خندہ کردی و درو عد نے ساختہ اند  
می تو اں یافت ز شیرینی شہرت حسرت  
کہ ترا مائلِ شیریں سخن ساختہ اند

۲۱ سوال ۱۳۱۹ھ

عہ توار و بہ عنی شیرازی۔



# بر طرح خواجہ حافظ شیرازی

”دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند“

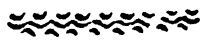
شکر للہ کہ ز وصل تو براتم دادند  
وز ستمائے شب ہجر نجاتم دادند  
تلخی ہجر ز کام دل جاغم بردند  
ذوق وصل بت شیریں حرکاتم دارند  
خندہ برد درج گھر کاسہ چشمم دارد  
بسکہ از دولت حسن تو زکاتم دادند  
چشم سرمست بدل ساغر عشرت پیوید  
وز می ناب لبش آب حیاتم دادند

نہ ہرنا کامی عمرے چو بکام دل بود  
 بت شیریں بے چوں شاخِ نبا تم دادند  
 مگر بشکرانہ دل و جاں بفتنا نیم رواست  
 کہ بت مہوش فرخندہ صفایم دادند  
 دوش حسرت بسرم آمدہ آل سر و بلند  
 لوحش لہ شد چہ عالی درجا تم دادند

۴ رمضان ۱۳۲۱ھ

منہ اخترم ششہ بر چرخ نظری زدہ است

کس چہ داند کہ چہ عالی درجا تم دادند (نظری)



بہ محبی مولانا ابوالکلام (آزاد)

دارِ دِ گلِ مرغِ نکستیر

مخو نظارہ گل مرغِ نکائے دارم

کز خیالِش بہ دلِ زار بہائے دارم

اے نسیمِ سحری گر بہ حضورِش گزری

عرضہ وہ شوق کہ در جانِ نکائے دارم

در پیرِ مد کہ مگر شوقِ پیامے دارم

سرفرو دار و زمن گوئے کہ آئے دارم

”دور دستا نرا بہ نعمت یاد کردن ہمت بہت

ورنہ ہر نخلے بہ پائے نوش افشا نہ شمر“

۵ رمضان مبارک ۱۳۶۴ھ

اسیرِ آزاد۔

حلیب

# اشعار در اشعار رسیدن یوان

حمید الزمان خان حسنا

شاهجهانپوری الموسوم به ریجان حمید

منظر دیده مشتاق در آواں سعید  
رشک مان چمن شد ز تو ریجان حمید  
غالیه ساشده از فیض قدم تو مشام  
گوئیا باد بهار از طرف خلد وزید  
بچو تو لاله خوشترنگ ز کسار نخاست  
مثل تو یک گل رعنا به گلستان ندید  
صفهار و کشتبتان بجمال تحسیر  
نقطها غیرت انجم ز ضیاء نسوید

سَطْر ہا مِثْلِ جَدِ اَوَّلِ بَمِیَانِ کَلَشَنِ  
اَز بَیاضِ وَرَقْتِ شَانِ جَوئے شِیرِ پَیدِ  
رَوزِیْتِ بَادِ اَبَاقِ قَبولِ خَاطِرِ  
حَاقِقِ صَا حَبِ دِلِوَانِ کِجَاں رِبِّ حَمِیدِ

ذی حجہ ۱۳۵۰ھ ہجری



# محسن بر غزل مولانا جامی محرم

دل من گدائے نوال محمد  
سیر من فدائے جلال محمد  
ہمہ فیضیاب از کمال محمد  
جہاں روشن بست از جمال محمد  
دلم زندہ شد از وصال محمدؐ  
خوشا صدق را منزل عز و جاہ ہے  
خوشا اہل حق را از شیطان پناہ ہے  
خوشا جلوہ قدس را بارگاہ ہے  
خوشا منزل و مسجد و خانقاہ ہے

ترمیم - ماسن۔

کہ دروے بود قیل و قال محمدؐ  
 تعالیٰ اللہ تنویر روئے دلآرا  
 کہ پُر نور فرمودہ ارض و سما را  
 تجلی ازو قلب اہل صفا را  
 خوشا چشم کو بنگرد مصطفیٰ را  
 خوشا دل کہ دارد وصال محمدؐ  
 کسے راز افکار دنیا ملالے  
 کسے بستہ دل را بنحطے و خالے  
 کسے را اگر آں سرز فکر محالے  
 بود در جہاں ہر کسے را خیالے  
 مرا از ہمہ خوش خیال محمدؐ

کسے زہے شانِ ملا آئوب۔ افکار کا نسخہ ہے۔ ع۔ ادخاع۔

ز نور رخس فیض جو ماہِ کامل  
 بگرد سرش مہر گرداں چو سایل  
 بصبح ازل نور سیماش شامل  
 بوصف رخس والضحیٰ گشتہ نازل  
 چو واللیل شد وصف خال محمدؐ  
 ز خاک رہش فخر خاقان عالم  
 گدایان در گاہ شاہان عالم  
 سگ کوئے جاں بخش جانان عالم  
 بروئے زمیں گشتہ سلطان عالم  
 ہر آں کو بود پائمال محمدؐ

عہدہ میم یکس۔



غلام در اوست حسرت گرامی  
 بود بال تاج شہاں میں غلامی  
 بہ عز و شرف شد بکونین نامی  
 بصدق و صفا گشتہ بیچارہ جامی  
 غلام غلامان آل محمدؐ  
 بشوق طلب در رہ عشق پویاں  
 بگشتم بگرد جہاں حسن جویاں  
 ہوا اللہ خواناں ہوا الحسن گویاں  
 بافاق دیدم ہمہ خوب رویاں  
 نمی یافتم جز ظلال محمدؐ

در شوال ۱۳۶۱ ہجری

۱۔ عبت نبی۔

# بر طرح غزل جناب استاد مِعْظَم

مولوی

عبد الغنی خان صاحب عینی

آں عارض تا بانس مخفی بنقاب اندر  
یا گشتہ مہ کابل پہاں بھجاب اندر  
از پستہ پر شورش سونے بھجاب اندر  
وز نرگس فائنش شور بے بشراب اندر  
با موی ازاں گیسو داریم دو صد سودا  
یک زہ نمی گنجد شو تم بھساب اندر  
بیخود شدہ ام تا من زراں جلوہ مستانہ  
باللہ کہ نمی یا ہم کیفے بشراب اندر

از پر تو حسن مجربست کا افتادہ  
 سترے سحاب ندر ر مزے بکتاب ندر  
 ساقی بنو دمار ایلے بسببے صہبا  
 خوش نشہ مرد افگن باشد شباب ندر  
 از پردہ دل خیر و صد نعمہ داودی  
 حاشاکہ بود مار از وقتے بر باب ندر  
 گشتہ شوق را خارے ز گلے خوشتر  
 لب تشہ را بہت را راحت بسر اب ندر  
 از لطف تو آبادی خواہد دل ویرا نم  
 ای جلوہ معموری از تو بہ خسرا ب ندر  
 صد دفتر حکمت خواں از جنبش ہر موج  
 یک عالم عبرت میں نہاں سحاب ندر

از رخ چو کشد برقع حسرت چه زود بر ما  
شوخی که بجا نم زد آتش بنقاب اندر

۶، صفا المظفر ۱۳۱۹ هجری



خدا سازد نصیب وصل .....  
 پریشان خاطر م از فصل .....  
 ندارم احتیاج جام بلور  
 کہ سرمست ز سیمیں رطل .....  
 مرا ہر دم فراید جاں بلطفے  
 نہ ہے احسان و جود و بذل .....  
 فدائے ساعتے گردم کہ قاصد  
 بمن آرد نوید وصل .....

عہ حسب الفرائض بوضہ کم از دو ساعت گفتہ شد۔

بر آورد آن نگار شیرہ جاں  
 زہے پاکیزہ گوہر نسل .....  
 مزین دودماں بنگش از وسے  
 کہ زیر آب نوشتند اصل .....  
 ہنر را فخر از ذات گرامیش  
 خرد حیرت زودہ از فضل .....  
 بدلداری برو ختمتست شاہی  
 بچوبی مسلم افضل .....  
 مساوی کفہ میزان حسنش  
 دو شاہد بس گواہ عدل .....  
 سرور جان بیفزاید ز ہنرش  
 ز جد دیگران بہ ہنرل .....

بناز و نامہ از املاء نامش  
 خوش افادہ رو یف غزل.....  
 یمن خونیں جگر شد از عقیقتش  
 بدخشاں خون بدل از لعل.....  
 دہد کنجی بہ شیریں شور حسنش  
 بود شیرینیم از لعل.....  
 جلیس حجلہ دل قصہ او  
 انیس خلوت جاں نقل.....  
 زلیخا را بود غیرت ز حسنش  
 بود رشک زبیدہ مشکل.....  
 مرا بیتاب دارد شوق دیدار  
 بہ بنیم کاش روزے مشکل.....

محبت

بہر دم یادِ دردِ حسرت  
ہمیشہ ذکرِ حسرتِ شغل.....  
شود کشتِ امل سیرابِ روزے  
کہ حسرتِ بر خورد از وصل.....

بوقت شب - ۱۱ صفر ۱۳۱۹ھ

بچچچچچچچچچچ



# بشع صدر از جانب او

شدم گرفتار حلیم  
ز خود رفتم ز رفتار حلیم  
سرور دل ز دیدار حلیم  
کنز جان تازه گفتار حلیم  
مراد هوش کرد آل چشم مخمور حلیم  
شدم سرمست و سرشار حلیم  
دلمشیدای نثر و لفریش حلیم  
سرم سرخوش ز اشعار حلیم

عه بمناسبت واقعه اینجا نوشته شد.

شدم مجروح تیغ ترک چشمش  
 نگارم کرده سو فار حلیم  
 بدل جو یاکے وصل جانفزا ایش  
 بجا مشتاق دیدار حلیم  
 قرار از دل ببرده طرہ او  
 دلم از دست دستار حلیم  
 مرا بیتاب دارد دل بسینه  
 بیان شوخ و طرار حلیم  
 بروز و شب بصبح و شام ہستم  
 بجان و دل طلبگار حلیم  
 ازاں نوروزیم باشد طرب بخش  
 کہ جاں بخشد ز انبساط حلیم

سر و ہوش و روان و تن فدایش  
قرار و صبر ایشار حلیم  
بود مرغوب انداز لطیفش  
بود محبوب اطوار حلیم  
دل لرزد چو می آید خیالش  
ندارم تاب پیکار حلیم  
گل غیرم بود از خسار بدتر  
ز گل خوشتر بود خار حلیم  
بمشتوقی کتم گر جلوہ وقتے  
کتم صد عشوہ در کار حلیم  
بقد سر و بوسنبل بعارض گل  
ہمانائے کہ گلزار حلیم

بنفشہ زلف عنبر جعد گل رو

بدیں سامان عطار حلیم

مفرح سیب و رمانین دارم

شگفتہ باغ اثمار حلیم

بفن دلبری یکتائے عدم

ز فرط حسن و لدار حلیم

بلطف حسن می بخشم نشاطش

بحسن لطف غم خوار حلیم

متاع حسن کالائے دو کاغم

محبت جنس بازار حلیم

خیالم رونق بزم خیالش

جمالم زیب دربار حلیم

سرم سرخوش ز جام عیش باشد  
رسم چون من بسرکار حلیم  
بدل باشم طلبگار رضائش  
بجاں باشم پرستار حلیم

۲۲، صفر ۱۳۱۹ ہجری

بیت

کتابخانہ رامپور یک مجموعہ بے لطف اشعار و

شائع کردہ مسمی بہ "اوراق گل" برآں این شعر نوشتہ شد

کے عنادل را فرزند شمع دل  
چوں ندارد رنگ بو "اوراق گل"

# لغت

ای بادِ طیبہ رحمتے بر خستہ حالیم  
بر آستانِ پاک رساں زارِ نالیم  
اول من درود بخوان پیش آ بجناب  
زاں بعد گوئے قصہ آشفته حالیم  
کے ماں شکستہ دلاں وی پناہِ خلق  
من بندہ کینہ در گاہِ عالیم  
ای فخرِ اولین و مباحثاتِ آخرین  
از نسبت تو مردہ فرخندہ فالیم  
اے آرزوئے عرش ترابِ نعال تو  
دستم بگیر و امن ده از پائے مالیم

اے ابرو و فیض بکشتِ نسرودہ ام  
اے گنجِ فیض جو دبداماں خالیم  
اے رحمتِ خداے بحقِ جہانیاں  
رحمے خدا ترا بحقِ زارِ حالیم  
آمد زیا نہال من از صرصرِ گناہ  
پامال کردہ نفسِ چو نقشِ نہالیم  
رویم سیاہ شد ز سیہ کاریِ دام  
مویم سپید گشت و نشد تیرہ بالیم  
بر باد رفت عمر دریں خاکدانِ وحیف  
از سر نشد ہوائے پریشاں خیالیم  
اسلافِ شیر مردوغا بودہ اند و من  
پامال پیرِ گربہ چوں شیرِ قالم

شوقِ تو در سرم که بود خاکِ راهِ تو  
 موجِ ز کوهِ ترست بجامِ سفا لیم  
 مهرِ صحابهٔ تو بود مهرِ دین من  
 توفیقِ جنتِ مست تو لائے آ لیم  
 روحِ مرا سرد ز افس افس بود  
 آبی بُر ز خاکِ نعالِ بلا لیم  
 حسرتِ اگر چه نخست ز خصیم باصلِ خویش  
 از داغِ بندگیِ نبی جنسِ عالم  
 یارب ز فضلِ خویش و طفیلِ نبی بدار  
 بر شرعِ مستقیم چو قطبِ شمال لیم

۲۱ صفر ۱۳۱۹ هجری





## برطرح خواجہ اصفیٰ

ز جامِ لعلِ تو مستم شرابِ را چه کنم  
خوشم ز سوزِ دلِ خود کبابِ را چه کنم  
ز چشمِ مستِ تو مستم شرابِ را چه کنم  
ز تابِ حسنِ تو سوزم کبابِ را چه کنم  
حدیثِ دوستِ بگو شمعِ رسد ز پردهٔ دل  
حکایتِ فی و صوتِ ربابِ را چه کنم  
نکرده جلوهٔ بتِ شیخِ و با ختمِ دل و دین  
اگر بر افگند از رخِ نقابِ را چه کنم  
شمیمِ لطفِ بجانم و ز درِ منزلِ دوست  
ہوائے گلشنِ و بوئے کلابِ را چه کنم

تو اتم اینکہ لب خود بھی مینا لایم  
 سیاہ مستی عہد شباب را چہ کنم  
 یقین بوعده و داتم کہ ہست فردا کے  
 ہجوم آرزوئے بھیباب را چہ کنم  
 من خیال رنخے بنیازم از گلشن  
 من و جمال سے آفتاب را چہ کنم  
 تو اں بسینہ نہاں داشت راز او حمت  
 لبِ فسرد و چشم پر آب را چہ کنم

۱۶ شعبان ۱۳۱۹ھ

علامہ شبلی از حیدرآباد۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۱ء عیسوی

خدا کی قسم غزل کی غزل مرصع ادویہ شعر تو دل میں رکھ لینے کا ہے۔ "ع

"اگر بر افگند از رخ نقاب را چہ کنم"

(از بیاض ۳۰۳ هـ)

رویت بسیر باغ ندیدم گریستم  
دیوانه دار آه کشیدم گریستم  
درد اعنان ضبط و بیدم شده ز دست  
نامت ز هر کیسه شنیدم گریستم  
جوش نیاز جانب کوه رقیب برو  
صد جای نقش پات نخیدم گریستم  
بهر تو تلخ ساخته عیش مدام ما  
گر باده بے رخ تو چشیدم گریستم  
و اتمق چه شد مرا که بیک جلوه نگار  
طو مار عقل و ورع دریدم گریستم

در حریم وصل جانانم وطن خواهد شدن  
 شمع بزم انس آں ماہِ ختن خواهد شدن  
 از فسوں عشق من روزے کچشم شوخ یار  
 نشہ صہبائے اُلفت بخرن خواهد شدن  
 زخمت روزے در حریم وصل و خواہم کشاد  
 شامِ غربت و کفش صبح وطن خواهد شدن  
 تازہ جانے وصل جانانم بہ تن خواهد دید  
 قصہ کئے محنت پھراں کمن خواهد شدن

عہ ”گل گریباں“

تاکہ از زوش لبیت شیرین بہن خواهد شدن۔  
 تاکہ اوجیب گلت رشک چمن خواہد شدن ،

دل که ویران و خراب ترکها ز حسرت است  
از هجوم آرزوها انجن خواهد شدن  
از شمیم جانفزا آسوده خواهد شد مشام  
ز اس گل رعنا کنار من چمن خواهد شدن  
برق حسنش ز من صبرم بخواد پاک خوست  
عشوهایش آفت تمکین من خواهد شدن  
جیب دامان را کند لبر ز گلچین نگاه  
زیب بسترش اهد گل پیرین خواهد شدن  
چون نخواهد داشت تاب بوسه های سدیغ  
آن لب میگوں بزنگ یا سمن خواهد شدن  
خنده جان بخش خاطر را بچشد انبساط  
باعث تفریح دل سبب فن خواهد شدن

خود نما و قیتیکه خواهد گشت حسرت حسن دوست  
مرد افکن جلوه پر تو فکن خواهد شدن

در ربیع الآخر ۱۳۱۹ هجری

لا ادری

باروغن گاؤ اندرین روز خنک  
نیکو باشد هر یسه و نان تنک

(از بیاض ۳۰۳ هـ)

چنان از آتش الفت شدم صافی ز آلائش  
که یکسر سوخته و هم و تخمیل در دماغ من  
ز بس در حسرت چشمی همه عمرم بسر آمد  
منی روید گله جز زنگس شہلاباغ من  
من آں رندے آشامم کہ با صد آرزومندی  
بریزد بادہ پر زور حم اندر ایاغ من

---

عہ بنید از وہی تمبیدی



## بر طرح آزرده

شبے مستانه گر آید مرا جانانه در پہلو  
ز فرط وجد خوش رقص دل دیوانه در پہلو  
ز تاراج الم قصر طرب در دا زیا آمد  
دل افسرده در پہلو کہ صد ویرانه در پہلو  
کنم تا دید و امانده ز دل خاکستر و دودے  
دے چوں برق کرده گرم جا جانانه در پہلو  
شب یلدا کے سحراں پارہ از زلف لیلی سہت  
ز قسین فسانہ در پہلو دل دیوانہ در پہلو

---

عہ صراحی در نعل مینا بکفت پیمانہ در پہلو



مرا از عالم شمع شبستانم و ہدیادے  
 چومی بنیم فنادہ شمع را پروانہ در سپلو  
 ربوے فیضها از کیف چشم ساغر صہبا  
 مرا وقتیکہ بوداں نرگس مستانہ در سپلو  
 ز لب ہر عضو ابرخاست شور آفرین وز  
 بآئینے نشاندی ناوک ترکانہ در سپلو  
 سر و سودائے خال او حریم و تعبہ خوش دارم  
 دل و نقش جمال اوبت و تبخانہ در سپلو  
 دماغ ساغر و مینا کجا حسرت کہ من دارم  
 زیاد چشم میگو نش می و میخانہ در سپلو

۱۲ جمادی الآخر ۱۳۲۳ ھ



بر طرح خواجہ حافظ شیرازی  
”چراغِ روئے ترا گشته شمع پروانہ“

بدورِ چشمِ تو مست و خراب میخانہ  
بذوقِ لعلِ تو سرگرمِ دورِ پیمانہ  
نثارِ صبحِ بنا گوش گوهرِ پرویں  
فروعِ شمعِ ترا شبِ چراغِ پروانہ  
نگاہِ نهرِ بحالم ز نرگسِ مخمور  
چنان کہ جرعه بستے وہی ز پیمانہ  
بہ پیشِ ماہِ تو پردیں چو قصہ پاریں  
بہ پیشِ زلفِ سیاہِ تو شبِ چراغِ افسانہ

نثارِ مقدمِ جاں بخشِ بادِ نقدِ رواں  
 کہ می رسد بصد اندازِ نازِ جانانہ  
 نگاہِ شوخِ بچشمِ سیهِ بدان ماند  
 کہ مستِ نازِ خرامدِ تپتے بہ تیختانہ  
 زِ لطفِ پاکی گوہرِ سجاں صفا بخشند  
 ہزارِ گوہرِ جانمِ فدائے دُردانہ  
 خوشادِ میکہِ بیانی تو مستِ عشوہِ من  
 ز فرطِ وجدِ بگردم بگردِ مستانہ

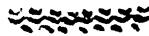
عہدِ پسندیدہ جناب خواجہ غزینالدین صاحب غزیر لکھنوی - ۲۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ

نوٹ: - جلسہ دعوت درِ رخصت جناب مولوی عبدالغنی خاں صاحب درہال کوٹلی

برادرِ کرم محمد منزل اللہ خان صاحب رئیس بیکن پور خواندہ شد۔

چو آشنا نگم کرد یار بر عالم  
ز فرط ذوق بگشتم ز خویش بیگانه  
دل ز صحبت گیسوی پر فتنه بسیار  
ز فیض چشم تو حسرت شد است یوان

۲۵، صفر سنه ۱۲۱۹ هجری



## نعت

دلم سرمست و شیدائے مدنیہ  
سرم سرشار سودائے مدنیہ  
بکیش پاکبازانِ محبت  
بہ از خلدست صحرائے مدنیہ  
ز فرط شوق از بہر نبی شد  
ہمہ آغوش در ہائے مدنیہ  
صفا کے چشم بخشہ خاکِ راہش  
جلائے دل تجلائے مدنیہ  
شرف بر عرشِ اعظم خاکِ اورا  
گرامی شانِ والاے مدنیہ

پنہ از فتنہ یابم گر بیسایم  
تہ دامن صحرائے مدینہ  
بود مثلِ کریمان چشم بر راہ  
پئے اضیاف درہائے مدینہ  
بسازم خاکِ پاکش سرمہ چشم  
رسم چوں من بصرائے مدینہ  
غلامان ترا حسرت غلامے  
بحالش رحم مولاے مدینہ

۱۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ



## نعت

دلم جوید تجلائے مدینہ  
سرم خواہد تماشا کے مدینہ  
ز نورِ حق جہانرا کرد معمور  
زہے فیضِ تجلائے مدینہ  
بشانِ خود بنازم گز بیستم  
بزیرِ پائے سگمائے مدینہ  
خوشا وقتے کہ جانم را نوازد  
نسیمِ راحت افزائے مدینہ  
”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“  
نباشد خلد ہمتائے مدینہ

شود تصویر جنت پر دہ چشم  
چو بیند حسن زیبائے مدینہ  
ملائک غم اواز آسماں کرد  
زہے سرکار والاے مدینہ  
مراے کاشکے حسرت بخواند  
غلام خویش مولاے مدینہ

عہ زہے دولت چو حسرت را بخواند





# آیخ رونق افروزی

علی حضرت میر عثمان علی خاں بہادر آصف سابع

مد اللہ ملکہ و سلطنۃ در حیب منزل علی گڑھ

بتاریخ ۲۰ فروری الحجہ ۱۳۵۴ھ

روزیک شبہ وقت سہ پہر

خوشا وقت مسعود و خرم زمانہ

مکرم شدم از قدم شہانہ

شہ دادگر میر عثمان علی خاں

ز جودش بدامن عالم خزانہ

زمین بوسِ اجلالِ جاه و مراتب  
به دربار اقبال را آشیانه  
شرف یافته منزل از نزولش  
به دینِ مخزگشتم به عالم فسانه  
نوشتم سن این مباحث حسرت  
مبارک قدوم سعادت نشانه

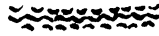
ببین

۵۲ ۱۳ هـ



# طالب رضاک

”آپ کی طبع نازک جسکو گلاب کے پھول سے تشبیہ و نیانہایت موزوں ہے۔“

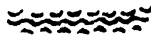


اے کہ از غایتِ لطافتِ طبع  
سحرِ نو بہارِ را مانی  
از وفورِ لطافتِ جسمت  
می تو اں گفت پیکرِ جانی  
چوں تبسم کنی شکرِ ریزی  
چوں تکلم کنی گل افشانی  
حسنِ را از تو گرمی بازار  
داغِ را چہرہ فروغانی

ذوق را لذتِ طرب بخشی  
بزمِ جاں را چراغِ رخشانی  
باغِ امید را گلِ رنگیں  
حاصلِ عقل از تو حیرانی  
درد را جلوہ قبول از تو  
شوق را مایہ فراوانی  
نسبتِ طبع من بگلِ کرمی  
من فدائے چنین شناخوانی  
با چنین طبعِ نازک و رنگیں  
دیرگم کام در جہاں رانی  
از بہارِ مراد گلِ چینی  
سرخوش بادہ طرب مانی

گفتہ طالبِ رضائے توام  
من ویزداں کہ من فدائے توام

شوال ۱۳۱۴ ہجری



قطعہ

خامہ چوں در نہان خود گیری  
شیخ شیراز را بوجد آری  
بذلماتے شگرف بر سنجی  
نکھتائے بدیع بنگاری

عید قربان ۱۳۱۸ ہجری

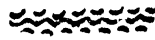


جانِ محبوبی و جانانِ حبیب  
 آن دلداری و شانِ دلبری  
 با چنین قسدِ بلند و خوش خرام  
 سرو کے واردِ مجالِ ہمسری  
 بردہاںِ بذلہ سنج و پستاب  
 غنچہ را ہرگز نزدیکِ برتری  
 دل فدائے شیوہِ جاں پرورت  
 جاں نثارِ عشوہائے دلبری

عہ مطلع اور مقطع اضافہ میں ہے دو وزن کو ایک کر کے درست کر لیا جائے۔

(اضافہ بتایہ سخن غوغا صفر ۱۳۱۹ھ)

اے درختاں از جنینت برتری  
وے ہوید از لبت جاں پروری  
عشق را نازم کز وکاهِ ضعیف  
کوہ کندن را شمار و سرسری  
چشمِ حسرت را کجا تابِ نگاه  
اے جمالت حیرت حورو پری



## حسابِ فرمایش

رہو وہ ہوش و قرارم غزالِ رعنائے  
نگار مست خرامے بلند بالائے  
بشیوہائے فریبندہ آفتِ عقلم  
بلائے صبر و قرارم بشکلِ زیبائے  
برائے فتنہ بود چشم پر فنش ما من  
برائے بذلہ لب لعلِ اوست ماواے  
سماعِ راسخن جاں نواز او عیدے  
نگاہِ رارخِ گلگون او تماشائے  
گئے پچین جبیں برقِ خسرو من عیشم  
گئے بخندہ جاں بخشِ راحتِ فزائے



گئے نمودہ ہلاکم بشیوہ تمکس  
 گئے فرودہ روانم بلطف ایماے  
 گئے نواختہ جانم بر مزر پنہانی  
 گئے ربودہ قرارم بہ ناز پیدائے  
 ز فر تالبش اجلال روکش خورشید  
 ز تاب جلوہ اقبال ماہ سیماے  
 ز راز فلسفہ آگاہ مثل فارابی  
 بہ بزم فضل بود بو علی سیناے  
 ربودہ شوکت شاہی شکوہ اشعارش  
 شکستہ پایہ عالی بطبع والائے  
 بلطف خاص مراگشتہ مدح خوان حسرت  
 اداسناس منزل ادیب دانائے

## بر طرح آصفی

شبتان مرا شمعے ازاں رخسارِ بایستے  
فروغِ صبحِ من را دولتِ بیدارِ بایستے  
نشاطِ خاطرِ م را بادہ گلگونِ نمی بخشند  
وراں کیفی ز عکسِ دیدہ نمارِ بایستے  
مد آوائے مرخصِ عشقِ قانونے دگر خواهد  
طبیبِ دردِ دلِ آں نرگسِ بیمارِ بایستے  
بہارِ گلِ بہ گلچیں و عنادلِ بادِ ارزانی  
مرا از عارضِ گلقامِ او گلزارِ بایستے

عہ خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی ازین شعر خلی مسرور شد ۱۲

بچو و سرو پا در گل ہمین بر خویش می بالد  
 بچشم جلوہ آں سرو خوش رفتار بایستے  
 باغوش مرادم جلوہ آں سیمتن بودے  
 بد امان نگاہم دولت دیدار بایستے  
 مبارک جلوہ ہائے بادہ گلگوں ہی خواراں  
 مرا از چشم مستش ساغر سشار بایستے  
 سر آزادگاں بر پائے دوں طبعان بود حقیقت  
 اگر خاک رہ جاناں نشد بردار بایستے

عسہ علامہ شبلی مرحوم نے اس شعر کے مصرعہ ثانی پر یہ اعتراض فرمایا تھا کہ ”بہ ہدیوم رواں“ یہ  
 تصریح زیادہ ہے۔ لہذا تبدیلی کیا گیا۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں داؤ عطف  
 کے اظہار پر کلام فرمایا اس لیے بدل دیا گیا۔ بعد کو خواجہ حافظ کے مطلع کے پہلے  
 مصرعے میں داؤ عطف کا اظہار پایا گیا۔  
 خوش آمد گل ذراں خوشتر نباشد ۱۱

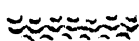
تمنائے دلم حسرت زحد و حصر بیرون بست  
کلف بر طرف لطفش بمن بسیار بایستے

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ ہجری



# برطیح علیحضرت نظام اخلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

در سالگرہ



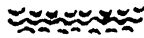
پرودہ ماہ رخت زلفِ پریشاں تا کے  
درتہ ابر نہاں مہر و رخشاں تا کے  
اے صبا نفیہ اُنسے ز دیارِ طیب  
وحشت آباد بود این دل ویراں تا کے  
یارب از قافلہ رفتہ نشانے بنما  
چوں جبرس گرم فغاں این دل سوزاں تا کے

عہ اول یہ مصرعہ نوزدں ہوا۔

پشتِ پا بر سر و سا ماں زن و فارغِ بنخیز  
 در دستا بجای قصہ سا ماں تا کے  
 نعرہ ہوزن و در سینہ فگن شورِ نشور  
 سرخوشِ خواب بود شیر نیستاں تا کے  
 خیز و از خونِ جگر تشنہ لبانرا بنواز  
 ماتم قیس کند ریگِ بیاباں تا کے  
 کاش از سینہ مردے شرے باز ہجد  
 دیو پامال کند خونِ شہیداں تا کے  
 دلِ پاکتِ صدفِ گوہرِ عرفاں آمد  
 غرقِ بحرِ ہوسِ قطرہ نیساں تا کے  
 پردہ از رخ فگن و عرصہ محشر افروز  
 لاف از نورزند نیرِ تا باں تا کے

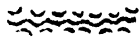
در رہش خستہ دلاں قافلہ سالار اند  
منزلِ درد طلب در پئے درماں تاکے  
جو صہر خود بنما گوہر خود را در یاب  
خوں خوری در طلبِ لعلِ بدخشاں تاکے  
درے از فیضِ ازل بر بخش از فضل کھشا  
رو بدیوار بود حسرتِ حیراں تاکے

۲۹ جمادی الآخر ۱۳۴۵ ہجری

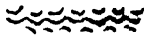


مولانا ابوالکلام آزاد

وقتیکہ مقیم گل مرغ کشمیر بود در خطے نوشتہ

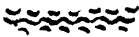


گرچہ دوریم بیاد توفیح می نوشیم  
بعد منزل نبود در سفر روحانی



من برائے جواب تصلو

وقتیکہ بہم چکا نوشیم نوشتم  
شکر اللہ کہ بروے توفیح می نوشیم  
جس لوہ قرب نمودہ سفر جسمانی،





شعر بذا در اثناء سفر حبیب گنج

بعد وداع حیدرآباد در کالکته بنگار

حسب حال

مشعر وجه ترک تعلق حیدرآباد

در خاطر گزشت



شاهباز همتم ربطے بدست شاه داشت

خوش نکرده بند دست دیگران پرواز کرد

۱۳۱۳ م ۱۳۲۳ هـ

# حافظ جلیل حسن صاحب جلیل

فصاحت جنگ بہادر مائیکپوری

(از حیدرآباد در جواب این شعر نوشتہ)

شاہباز اوج ہمت حسرت عالی نثر اد  
صید کردہ مرغ جانم از دکن پرواز کرد

ایضاً

جلوہ حسرت اگر بزم دکن خالی کرد  
جائے غم نیست کہ دل نیست ز حسرت خالی

نوٹ :- رسم جاری بود کہ بہ ماہ مبارک رمضان شبِ ختم کلام مجید

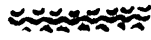
در تراویح شامل می شدم بعد ترک تعلق آنجا چون حاضر نبودم

حافظ جلیل این شعر گفتہ -

بداہتہ بڈاکٹر عبدالسائیدھی

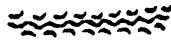
پروفیسر الہ آباد کالج

بستہ عالیہ قدم حبیب گنج



دیدہ و دل در تمنائے لقا

محویات روز و شب صبح و مسا



# قطعات تاریخ

تاریخ عود الحاج محمد عبید الرحمن

الولد العزیز

من سفر الحج والزیارة - یوم السبت خامس الصفر

س ۱۳ ۵۱ هـ

مجد حج له عاجل

ادخلی جنتی اجل

ادخر الحسرة امر جمع

سالما غانما اصل

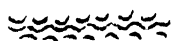
س ۱۳ ۵۱ هـ

# تاریخ شہادت برادرِ محترم محمد سمیع اللہ خاں

بلونہ کہ در اثنائے راہ بوقت مراجعت از سر اولی  
قریب موضع مذکور از بندہ کشفِ غلطی مجروح شد

بعد شہزادہ روز شنب جمعہ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مقام علی گڑھ رحلت کرد۔ غفرلہ



آہ۔ انخومی عزیز مرد زیرک و ذکی  
بود و نیدار و سعید غیر شبیم و ریب  
حیف ہنگام سحر براہِ غلطی شفق  
کرد مجروح بند قش ایام شیب

ہیترده روز کشید رہنما برضا  
در شب جمعہ سپرد جان بسا تر عیب  
این خبر ہر کہ شنید اشک رحمت ز چشم  
خاک کردہ بسرو درید دامن و حیب  
حسرت خستہ وزا رحبت سال حیل  
”ہائے مظلوم شہید“ گفت ہا آف غیب

۵۱ ۱۳ ۵



# تاریخ آغاز بنائے

حبیب منزل واقع میسر رو د علی گڑھ<sup>ط</sup>

شکر اللہ کہ میں بنائے بلند

گشتہ آغاز از نوال اعسم

کرد حسرت سوال سال بنا

گفت ہاتف بجوز فضل ام

۵۱ ۱۳ ۵

## دیگر اختتام

نوشا کا شانہ زیبا کہ اینجا

ہمہ گل روید و خار سے نہ باشد

زہے ایوانِ جاں پرور کہ دروے  
 ”کسے رابا کسے کارے نباشد“  
 بتا بخشش دُرے سفتہ است حسرت  
 گرامی تر گھر آرے نباشد  
 اذہی رابے سرو پاسا ز خوش خواں  
 ”بہشت آبخا کہ آزارے نباشد“

|       |    |
|-------|----|
| ۱۳    | ۶۳ |
|       | ۱۱ |
| ————— |    |
| ۵۱۳   | ۵۲ |





# تاریخ عقد

بزنورداد محمد مسعود الرحمن خاں

عقود

پیارے میاں سلما اللہ تعالیٰ

مسعود عزیز کتنی گشت  
مسرور شدہ دلِ عزیزاں  
شاداں دلِ من ز سالِ پر سید  
با فضلِ عظیمِ گفتِ رضواں

۶ ۱۹ ۲۳

۱۱۹

تاریخ اول روزہ

نور چشم ریاض الرحمن خاں

عن

دلارے میاں سلمہ اللہ تعالیٰ

~~~~~

نورِ نظر م ریاضِ رحمن

از صومِ نخت گشت شاداں

تاریخ بہارِ روزہ اش را

از شامِ ریاضِ یافت رضواں

۵۲ ۱۳ ۵

۶ شوال ۱۳۵۲ھ مقام دہلی

# تاریخ مراجعت راقم از سفر حج و زیارت

آمد ز حرم حبیب رحمن  
گل چیده ز فیض دسته دسته  
پیوسته بنرم قدس وحدت  
پیوند ز ما سوا گسته  
ور دیده ز خاک طیبه نورے  
نقش کرمش بجا نشسته  
تاریخ مراجعت خلیع علم  
گفتا چه مبارک و نجسته

۴۵ ۱۳ ۴۵

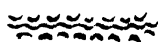
له . فضل - عه جناب شاه سید ابراهیم صاحب خلیل برکتہ اللہی مارہروی -  
ادہ تاریخ از شاه صاحب موصوف کہ بفرمانش خاکسار بداہتہ فرمودند ۱۲ -

# تاریخ ماخوژی کاظم علی باغ

شاگرد مرزا داغ دھلوی

بہ علت سکہ قلب قرطاس مقام حیدرآباد

کہ آخر بری شد



دوش بدیدم حزین استامے  
اسم چو جسم بگفتا "داغسم"  
حزن چرا "گفت" بشتوباسال  
سکہ خزاں زدو قلب باغسم

۱۹۳۶ء

۲۰ جون ۱۹۳۶ء

# بایخ افتتاح سلور جوہلی واٹر ورکسرا پور

از

دست مبارک

حضور نظام خلد اللہ ملکہ

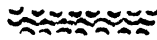


شده را پور از قدم شہی  
گرامی میانِ بلادِ جہاں  
شہ آصفِ سابعِ جمِ حشم  
بماند بہ فرّ شہی جاوداں

پے تشنگاں دستِ بودش کشود  
 بہر خانہ جواز کمرشنا رواں  
 چو تارخ این فیض حسرت بخواست  
 بگفتہ چنیں ہاتھ نکتہ داں  
 سنس گر بخواہی کہ گیری بہ یاد  
 ”زہے چشمہ فیض عثمان“ بخواں

۶ ۱۹ ۲۱  
 ۱۵  
 ۶ ۱۹ ۳۶

رے شبہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۶ء - حبیب منزل



# تاریخ حج

مولوی سید سلیمان اشرف صاحب میر تقی میر  
(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

مخدوم زمن میر شریف و احفاد  
از حج شدہ ممتاز بہ تشریف شرف  
ہم گشتہ مشرف بہ حضور طیب  
کھش خلد بیباکی تو اں بود طرف  
حسرت چو بنیاد بفسر تاریخ  
آہستہ بفرمود سروش اعرف  
بگوزر سرو ہم و زمان حج را  
دریاب از شرف سلیمان اشرف

۱۳ ربیع الاول ۱۲۵۸ھ  
۱۲۵ ۱۳۴۶ ۱۳

# بایخ رحلت

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب غفله



سلیمان اشرف سر القیما  
به علم و عمل دالہ دین اشرف  
چو نفسش شنید آئیہ ارجحی را  
به جنت شد از قربت حق مشرف  
سنش بادل پاک حسرت نوشته  
به جنات عدن سلیمان اشرف

۱۳۵۴

۱

۱۳۵۸

۲ جمادی الاولی ۱۳۵۸ھ



# تاریخ ترقی گریڈ مولوی

بدر الدین علوی

(استاد عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

بدر دین بدر آسمانِ علوم  
ارتقايش چو منزلی افزود  
ہائے سال از سر بہجت  
”آبش بدر شدہ افزوں“ فرمود

۱۳ ۶۲  
۲  
۱۳ ۶۲

## لاادری

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو

شئی بید از جمال روئے تو

دست بگشتا جانب زنبیل ما

آفرین بر دست مبر بازوئے تو

آیخ وفات  
نواب اختر یار جنگ بہاؤ

مولوی لطیف احمد صاحب اختر مینائی

مستند امور مذہبی سرکار عالی  
در ایجا کہ آن مست میناے الفت  
لطیف احمد اختر آل مینا  
پہ پیشانی شلمعہ مسرتاباں  
بحسن وفا بود در دھر کیمت  
مجھے مرا بود کیمر مودت  
جسم قوت مروت سراپا

مات زور و فالت انیس جیاتش  
 زوارا لمحن شد سوے دارِ عقبی  
 ز الطافِ رحمن شود جانِ پاکش  
 ز ویدار شاداں بجناتِ ماوی  
 چو پرسید حسرت سن ارتحالش  
 بصدنِ سخن و اندہ ز احبابِ دانا  
 زکی از میاں خاست آور و بر لب  
 دشیدِ محبت قیتلِ وفا، را

۱۳ ۹۹  
 ۳۷  
 ۵۱۳ ۵۹

۱۳ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ



# قطعہ تاریخ تولد نور نظر

مخاندہ برادر مکرم محمد منزل اللہ خاں صاحب

رئیس بھیکن پور

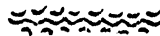
اسمش احمد اللہ خاں عرف بنے میا

~~~~~

تعالی اللہ زہے مولود مسعود  
عیان شہ از وجودش شادمانی  
الہی سالہا ماند بعالم  
بعلم و فضل و جاہ و کامرانی

شود یارب خلف اسلاف خود را  
 بدین و نام نیک جاودانی  
 خود چون خواست از من بهر تاریخ  
 همایوں مصرعے روشن معانی  
 مرا از وجد دل جنبید و گفتم  
 چراغے دودہ داؤد خانی

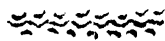
|     |    |
|-----|----|
| ۱۸  | ۹۹ |
|     | ۲  |
|     |    |
| ۶۱۸ | ۹۶ |



# تاریخ وفات

مولوی غلام محمد صاحب شملوی

سفیر بابتہ برندوۃ العلماء



سفیر مکرم غلام محمد  
زوار الاجل حیف آمدیاش  
سراپا عمل بود و سعی مجسم  
باحیاء و لها مسلم کلامش  
چو قربان دین کرد جان گرامی  
ز اسلامیان باد و ایم سلامش

جگر خستہ حسرت یک از مخلصان  
چو پدید از سال حسن ختامش  
بفرمود با تفت بر آورده آہے  
۱۶  
بجناات فر دوس اعلیٰ مقامش

۱۳ ۶۸  
۱۶  
۵۱۲ ۵۲



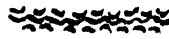


# تاریخ وفات حسرت آیات

مولانا الحاج مولوی ریاض الدین صاحب

افضل گڑھی رحمتہ اللہ علیہ

مدرس دارالعلوم دیوبند



عالم و متقی ریاض الدین  
بود از خوئے خوب جان ریاض

جست سال وفات او حسرت

باقی غیب گفت "شان ریاض"

۶۲ ۱۳ ۵۵

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ بروز دوشنبہ وقت صبح صادق ۷۵ سال در  
افضل گڑھی مدفن۔ زیر درختائے بزرگ در مقبرہ کرموسوم است بقدم رسول  
چہ در آنجا سنگی است کہ بر آن نشان جفت پائے ہست و بغور چنان معلوم می شود  
کہ بزرگے برد قدم نہادہ رفته است۔ واللہ اعلم بالصواب۔ معین الدین۔

۱۳۵

(از بیاض ۱۳۰۳ هـ)

بچمن هم دل بیتاب براحت نه رسید

سرو آزاد بیدیم قداو یاد آمد

سید الطاف علی و شهبانی وار و حبیب گنج شدند

(این شوگفتنم خواندم)

کرم کردند الطاف و شهبانی

ز لطف نور شد روشن روانم

سه بتقریب درود حبیب گنج مفتی انتظام الله شهبانی اکبر آبادی و سید الطاف علی بریلوی سلمه الرحمن



ب

حرى درج شده تاريخ پر يه كتاب مستعار  
لى گتى تهاى مقرر ه مدت سے زياده ركهنے كى  
صورت ميں ايك آنه يو ميه ديوانه ليا جائىگا۔













بَاهِتَامَ مِنْكَ سَيِّدِ اَعْجَا اَعْلَى  
 در مطبع مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ طبع شد  
 ۱۹۴۹ء

